رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۲۷

مینجنگ ایڈیٹر مسٹر بی ایل رلیارام

مسیحی لاہور

سالانہ چندہ پیشگی ... فی کاپی چار آنے

ہندوستانی مسیحیوں کا ماہوار رسالہ

جس میں رسالہ قاصد بھی شامل کر دیا گیا ہے

جلد ۳ نمبر ۶	ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	دورِ جدید

Themasihilahoreapril1923

رسالہ مسیحی کے قواعد وضوابط

۱ - یہ رسالہ ہر ماہ کے آخری ہفتے میں زیر سرپرستی پنجاب انڈین کرسچن کانفرنس لاہور سے شائع ہوتا ہے ٭

۲ - اس کا مدعا خصوصاً مسیحی جماعت کے روحانی اخلاقی اور معاشرتی معاملات پر بحث اور رائے زنی کرنا ہے۔ دیگر دلچسپ مضامین اور نوٹ بھی درج کئے جاتے ہیں ٭

۳ - مشنوں اور مسیحی انجمنوں کی رپورٹوں اور کارروائی پر نظر ثانی کی جاتی ہے ٭

۴ - ضخامت معہ رسالہ قاصد کے چالیس صفحے ہے۔ رسالہ قاصد علیحدہ بھی ۸ / سالانہ پر مل سکتا ہے ٭

۵ - قیمت سالانہ معہ قاصد تین روپے ہے۔ قلیل تنخواہ والے اشخاص سے رعایت بھی کی جاتی ہے ٭

۶ - اگر قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال کی جائے تو وی پی کی تکلیف اور زائد خرچ کی زحمت اٹھانی نہ پڑیگی ٭

۷ - جو مضمون درج نہ کیا جائے وہ ارکا ٹکٹ آنے پر واپس ہو سکتا ہے ٭

۸ - اگر ماہ آئندہ کی ۱۰ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو منیجر کو اطلاع دینی چاہیئے ٭

۹ - نمونہ کا پرچہ مفت بھیجا جاتا ہے ٭

۱۰ - اشتہارات مناسب شرح پر درج کئے جا سکتے ہیں ٭

احقر

منیجر رسالہ مسیحی

وائی - ایم - سی - اے - لاہور

مسیحی لاہور

دورِ جدید اپریل ۱۹۲۳ء جلد ۳ نمبر ۶

نوٹ اور رائیں

مسیحی کنونشنیں ہندوستان میں مسیحی کلیسیا کے قائم ہو جانے پر کئی ایک نئی نئی روحانی اور معاشرتی مجالس پیدا ہو گئی ہیں مختلف صوبوں میں کرسچن ایسوسی ایشن اور آل انڈیا کرسچن کانفرنس اور نیشنل مشنری سوسائٹی اور نیشنل کرسچن کونسل اور کرشٹ آشرم ایسے الفاظ ہیں جو ہندوستانی کلیسیا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔ کلیسیا کی روحانی بیداری کے لئے مختلف مقامات پر کنونشنیں کی جاتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان سے ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ یہ مجالس ہماری کلیسیا کے لئے منشیات کی طرح ایک عارضی جوش پیدا کرنے کا سامان نہ بن جائیں۔ جو لوگ اپنے محدود دائرے میں نیم مردہ حالت میں پڑے ہیں اُن کو جگا کر ایک قسم کی برقی طاقت سے ابھارا جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنے اپنے گھر کو واپس جاتے ہیں تو چند روز میں اس جوش کا اثر زایل ہو جاتا ہے۔ بنو کد نضر کی بھٹی کی طرح کنونشن میں جوش کی آنچ۔ تا

گنا بڑھائی جاتی ہے مگر جب سامعین اپنے اپنے علاقے کو جاتے ہیں تو اُن کے کپڑوں سے آگ کی بو تک نہیں آتی ۔ دوسرے سال کنونشن میں پھر وہی عارضی جوش کا سلسلہ قایم ہو جاتا ہے ۔ جو لوگ کنونشنوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کے لئے بھی اندیشہ ہے کہ شیطان اُن پر بڑے زور سے حملے کریگا ۔ ہمارے خداوند پر روح کے نازل ہونے کے بعد شیطان نے کیسے کیسے وار کئے ۔ پھر جو لوگ روز بروز دعا مانگتے رہے ہیں کہ خداوند میری زندگی کو اپنا بنالے ۔ کیا وہ اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ اس مخصوص زندگی کا کیا مدعا ہے ؟ اگر وہ کنونشن سے لوٹ کر بہتر اور اعلیٰ مسیحی خدمت کے لئے تیار نہیں تو ان کا دعا مانگنا عبث ہے ۔ بلکہ اگر اُنہوں نے خدا کی خدمت کی ذمہ واری اور روحانی زندگی کا بہتر احساس رکھتے ہوئے سُست ہاتھوں اور مُردہ دل سے بشارت کے کام اور دیگر مسیحی خدمات کو انجام دیا اُن کی سزا زیادہ ہوگی ۔ تقریر کنندوں کے لئے بھی اندیشہ ہے کہ وہ کنونشنوں میں بطور ایک اہل پیشہ یا ماہر فن کے بولنے والے ہو جائیں جو موقعہ پر اپنے الفاظ میں ایک مصنوعی جوش کی طاقت پیدا کر سکتے ہیں اور اصلی مضمون کے ساتھ اُن کا وہی تعلق ہو جو مشتقال سکّے کے ساتھ اس مچھلی کا تھا جسے پطرس رسول نے پکڑ کر اپنے اور خداوند کے لئے دیا تھا ۔ غرض جہاں ہماری کنونشنیں اچھا کام کر رہی ہیں وہاں ہمارے خطرے اور ذمہ واریاں بھی بڑھ رہی ہیں اور کیا یہ کنونشنیں ہمارے پاسٹروں اور دینی ہادیوں کے کام پر ایک قسم کا طعن نہیں ہیں ؟ ہمارے خیال میں ہر ایک عبادت روحانی بیداری کی ایک مجلس ہونی چاہئے اب جو کام عام کلیسیائی عبادت میں نہیں کیا جاتا وہ چند واعظوں کی مدد سے کنونشنوں میں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ ہماری کنونشنیں گویا بیت حسدا کے برآمدے ہیں جن میں لاچار بیمار جمع ہو جاتے ہیں تاکہ جب پانی ہلے تو وہ اُتر کر شفایاب ہوں +

اوپر کی طرف سے جنم } ہمارے خداوند نے نیکدیمس کے ساتھ گفتگو

کرتے ہوئے فرمایا کہ "جبتک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا"۔ تصحیح شدہ ترجمے کے حاشئے میں "نئے سرے سے" کی جگہ "اوپر کی طرف سے" لکھا ہے۔ سہارنپور کنونشن میں اس آیت پر درس دیتے ہوئے ڈاکٹر سٹینلی جونس صاحب نے فرمایا کہ مخلوقات کے پانچ مختلف طبقے ہیں یعنی معدنیات نباتات حیوانات انسان اور اس کی تہذیب اور خدا کی بادشاہت اب یہ قانون قدرت ہے کہ کوئی ادنیٰ طبقے کا مخلوق اعلیٰ کی طرف خودبخود ترقی نہیں کرسکتا بلکہ اعلیٰ طبقہ "ادنےٰ" طبقے کے مخلوق کو اپنی زندگی میں شامل کرسکتا ہے۔ مثلاً زمین کا مردار اور بےحس مادہ خودبخود نباتات کی زندگی میں نہیں مل سکتا۔ اگر تالاب کی کیچڑ چاہے کہ سطح آب پر کے کنول پھول کی ہستی کا جزو بن جائے تو اس میں یہ طاقت نہیں مگر جب وہ کنول پھول اپنی جڑوں کے ذریعے کیچڑ کے اجزا کو اپنے اندر لے لیتا ہے تو وہ اسفل طبقے کی شے اس کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے۔ باقی طبقات میں بھی یہی اصول پایا جاتا ہے۔ اب اگر انسان چاہے کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو تو وہ اپنی ہمت یا طاقت سے اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ جبتک وہ "اوپر کی طرف سے" پیدا نہ ہو وہ آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ شرط یہی ہے کہ وہ اپنی مرضی بلکہ اپنی ہستی کو اعلیٰ بادشاہت کے سپرد کردے تو اعلےٰ درجے کی زندگی اس کو اپنی زندگی میں شامل کریگی +

دعائے عمیم کی کتاب کی ترمیم

کچھ عرصہ سے انگلستان میں دعائے عمیم کی کتاب کو از سرِنو مرتب کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کلیسیائے انگلستان کے بعض قدامت پسند شرکا اس کے الفاظ اور ترتیب کو بدلنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے یہ ترمیم شدہ کتاب اختیاری ہوگی یعنے جو پادری چاہے اپنے گرجے میں اسے استعمال کرسکتا ہے۔ یک نشد دوشد۔ گو یہ معاملہ ایک خاص کلیسیا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو بھی کلیسیائی اتحاد پر اس کا بہت کچھ اثر پڑیگا۔ یعنی ترمیم کا جس قدر میلان رومی کلیسیا کی طرف ہوگا اسی قدر اُن کلیسیاؤں کے

کے ساتھ اتحاد کا رشتہ قایم ہونا محال ہو جائیگا جو سرکار کی قایم کردہ کلیسائی رسوم اور طریق عبادت کو منظور نہیں کرتیں۔ موجودہ کتاب ۱۶۶۲ء میں ترمیم ہوئی تھی اور قریب ڈھائی سو سال تک کام دیتی رہی ہے۔ مگر پرانے وقت گزر گئے ہیں اور اب نیا زمانہ آگیا ہے۔ مناسب ہے کہ نئی ضروریات کے مطابق دعاؤں کا مضمون اور عبارت بھی بدل جائے۔ خاص خاص مجوزہ تبدیلیوں میں سے بعض حسب ذیل ہیں (۱) نکاح کی ترتیب میں نصیحت اور اولاد کی بخشش کے الفاظ اصلاح طلب ہیں۔ (۲) دس احکام کو مختصر طور پر اور چند فقروں کو چھوڑ کر پڑھنا چاہئے۔ تراش خراش کے بعد جو صورت دس احکام کی پیدا ہوگئی ہے اس سے تو ہزار درجے بہتر ہے کہ شریعت کا وہ خلاصہ جو خداوند نے سکھایا پڑھا جائے۔ خیر بھی کہ احکام کی تعداد میں تخفیف نہیں کی گئی۔ (۳) عشائے ربانی کی رسم کے متعلق چند الفاظ میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جو زبور عبادت کے وقت پڑھے یا گائے جاتے ہیں ان میں بھی اصلاح کی گئی ہے۔ بعض انتقامیہ اور بددعائیہ آیات یا مزامیر خارج کئے گئے ہیں۔ کیونکہ کوئی مسیحی اپنے یا خدا کے دشمنوں کے حق میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا پسند نہ کریگا۔ مثلاً کون اپنے دشمنوں کو کوسیگا اور کہیگا کہ ”ناگہاں موت اُن پر آئے۔ وہ جیتے جی پاتال میں اُتر جائیں“ (زبور ۵۵/۱۵) یا ”تو ایک شریر کو اُس پر مقرر کر اور اُس کے دہنے ہاتھ شیطان کھڑا رہے اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی جورو بیوہ۔ اُس کے بچے سدا آوارہ رہیں اور بھیک مانگیں“ (زبور ۱۰۹/۶-۹) کیا مسیح کے پیرو کبھی کسی کیطرف مخاطب ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ ”مبارک وہ جو تیرے لڑکوں کو پکڑ کے پتھروں پر پٹک دے“ (زبور ۱۳۷/۹) جب مسیحی بچے یہ زبور پڑھتے یا گاتے ہیں تو اس سے کیا تعلیم حاصل کر سکتے ہیں؟ بعض نئی مجوزہ دعائیں یہ ہیں۔ مُردوں کی یادگاری کے لئے۔ انتخاب کے وقت۔ مزدوروں میں صلح کے لئے۔ یونیورسٹیوں اور دیگر دارالعلوم کے لئے شفاخانوں کے لئے۔ اگر یہ کتاب ہندوستان میں مروج ہونے والی ہے۔ تو کیا سبب ہے کہ ہمارے والیان ریاست اور مختلف کونسلوں اور دیگر مذاہب کے خاص خاص فرقوں اور ملکی اور قومی انجمنوں

کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ ہندوستان میں کلیسیائے انگلستان کے شرکا ایک نئی دعائے عمیم کی کتاب تیار کریں جو اس ملک کے زیادہ مناسب حال ہو۔ آثار نظر آرہے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں چرچ آف انگلنڈ کی کلیسیا جلد انگلستان سے آزاد ہو کر اس معاملہ کو طے کریں گی +

فرقہ بندی کا روشن پہلو

ایک نامہ نگار صاحب لکھتے ہیں :- دبستان معرفت میں کبھی پڑھا تھا کہ خدا کی پیدا کی ہوئی کوئی شے فضول و بے فائدہ نہیں۔ چنانچہ حیوانات۔ چرند۔ پرند جتنے ہیں ان میں کوئی نہ کوئی ایسی خوبی ہوتی ہے جس سے انسان سبق سیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ کتاب مذکورہ بالا میں کوّوں کی خاص صفت اتفاق اور بانٹ کر کھانے کی خوبی ہے۔ اگر اس کو کچھ مل جائے تو وہ کائیں کائیں کا غل مچا کر اپنے ہم جنسوں کو دور و نزدیک سے جمع کر لیا کرتا ہے۔ سؤر جیسے ناپاک جانور میں بھی علی الصباح جاگنے کی خوبی پائی جاتی ہے۔ مذاہب میں بھی یہ اصول صادق آتا ہے۔ مسلمان مذہبی غیرت۔ ہندو دُنیا۔ اور سیکھی لڑائی اور سکھ قربانی کی صفات دکھا رہے ہیں۔ مذہبی فرقے۔ کلیسیائی تفرقے گو کمزوری اور نقصوں کی وجہ سے پیدا ہوئے تو بھی اگر گہری نظر ڈالی جائے تو اُن میں خوبیاں جواہرات کی طرح چمکتی نظر آئیں گی۔ رومن کیتھالکوں کو خواہ کیسا ہی بُرا کہیں اور اُن کے نقص نکالیں لیکن پاسٹرل کام جو اُن کے درمیان ہو رہا ہے۔ دیگر جماعتوں میں جو تاثیر ان کی ہے مشکل سے کسی دیگر جماعتوں میں ہوگی۔ جماعتوں کا اُنس اپنے پاسٹروں سے ہے اور وہ ان کی بڑی عزت کرتی ہیں۔ اور پاسٹر بھی دُکھ بیماری میں تنگی و مصیبت میں ان کے لئے جان تک دینے کو تیار رہتے ہیں۔ انسانی فطرت سے اور گنہگاری سے اُن کو ایسی آگاہی ہے کہ ان کی تصنیف کردہ زہد و تقویٰ کی کتابوں سے بہت لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ پریسبٹیرین صاحبان نے بشارت انجیل میں جو نمایاں خدمت کی ہے اور اب تک کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کی بشارتی مہموں کے ذریعہ خدا کا کلام کونے کونے تک پہنچ رہا ہے۔ سکتی فوج نے افتادہ غریب بھیّوں کی

اصلاح اور سنبھالنے میں جو حصہ لیا ہے اسکے لئے مسیحی دُنیا اُن کا دم بھرتی ہے بلیتھ برادروں کے ذریعہ بہتوں کو کلام کی تلاوت کا شوق اور مسیح کی دوسری آمد کا انتظار زور شور سے پیدا ہوا ہے چرچ مشنری سوسائٹی کے ذریعہ کمیٹیوں کے ویسے کام کرنے کا تجربہ حاصل ہوا ہے ہر کام یا جزو کام کے لئے کوئی نہ کوئی کمیٹی مقرر ہے۔ ایس۔ پی۔ جی نے برادری کا خیال لوگوں میں پیدا کیا کہ دیسی پردیسی کیسے مل کر گذارہ کریں۔ آجکل سینچر مشن بھی پنجاب میں کام کرنے لگا ہے۔ اور امید ہے کہ خداوند کی آمد کا چرچا زور و شور سے بڑھیگا۔ میتھوڈسٹ لوگوں نے غریب مسیحیوں کی تعلیم کا جو انتظام کیا ہوا ہے وہ قابل تعریف و تقلید ہے۔ خدا نے یہ قیمتی خزانہ ہندوستانی کلیسیا کے لئے بھیجا تاکہ وہ ان بیش بہا جواہرات سے اپنے تئیں آراستہ کرکے اپنے خداوند کے لئے تیار رہو۔ ہندوستانی کلیسیا۔ کلیسیائے جامع ہونگی اور کلیسیائے جامع یہ اُسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اُس میں یہ ساری صفات جمع ہوں جو اُن مختلف کلیسیائی فرقوں میں فرداً فرداً پائی جاتی ہیں۔ کاش کہ ہندوستانی کلیسیا جلد اس مقصد کو پورا کرے ✦

کوریا میں مسیحی کام

۳۷ سال کا عرصہ ہوا یعنی ۱۸۸۶ عیسوی میں کوریا میں صرف ۱۱ مسیحی تھے۔ اور آج اُن کی تعداد ۲ لاکھ سے زیادہ ہے۔ تقریباً اتنی ہی تعداد متلاشیوں کی ہے۔ اس حیرت انگیز ترقی کی کیا وجوہات ہیں۔ اس سوال کا جواب ان لوگوں کی روحانی زندگی اور مذہبی تجربہ سے ملتا ہے ✦

اوّل۔ کلام اللہ کا مطالعہ۔ ان لوگوں میں کلام الٰہی کے مطالعہ کا شوق ہے بعض لوگ پرانے اور نئے عہد ناموں کو لفظ بلفظ زبانی یاد کر لیتے ہیں مطالعہ کی جماعتیں بکثرت ہیں جن میں بھاری تعداد حصہ لیتی ہے۔ غرضیکہ وہ کلام سے بھرپور ہیں ✦

دوم۔ شخصی کام۔ راست مطالعہ سے اکثر خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ کلام

کی خوشخبری دوسروں کو دی جائے۔ یہ لوگ جو انجیل کو ایسا عزیز رکھتے ہیں شخصی کام نہایت سرگرمی سے کرتے ہیں +

سوم۔ گرجے اور سنڈے سکول۔ گرجے اور سنڈے سکول ہمیشہ بھرے ہوتے ہیں۔ عبادت نہایت سنجیدگی سے کی جاتی ہے۔ سنڈے سکولوں میں لڑکے اور لڑکیوں کو اپنے غیر مسیحی بھائیوں اور بہنوں کو ہمراہ لانے کے لئے انعام دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک لڑکی سال بھر میں ۵۴ ایسے بچوں کو ساتھ لائی +

چہارم۔ مشنری روح۔ تمام لوگ مشنری روح سے معمور ہیں۔ اپنے سارے کاروبار خداوند پر بھروسہ رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ بشارتی کام کے لئے چین کے کچھ علاقوں میں چند شخص مشنری طور پر کام کرتے ہیں۔ جن کا کام پر برکت ثابت ہو رہا ہے۔

پنجم۔ دعا۔ اُن کی دعا میں نہایت سادگی پائی جاتی ہے۔ وہ بچوں کی طرح اپنے خدا باپ سے گفتگو کرتے ہیں۔ دعا کی میٹنگوں میں بہت لوگ فراہم ہوتے ہیں اور دعائیں بہت سرگرمی سے مانگی جاتی ہیں +

ششم۔ خود انکاری۔ خداوند کے کام کے لئے ان کی خود انکاری لاثانی ہے۔ بھوکوں۔ پیاسوں اور محتاجوں کی ضروریات بہم پہنچانے کے لئے فاقہ کشی اور مال بیچنے کو تیار ہیں +

ہفتم۔ اپنے کام کا ذمہ خود اُٹھانا۔ اُن کی تمام کلیسیاؤں کی یہ خواہش ہے کہ علیہ یا ذاتی اخراجات اور گرجوں کی تعمیرات وغیرہ کے لئے بیرونی مشنوں سے ایک کوڑی تک نہ لی جائے۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ملکی چرچ پیدا کرنے کے لئے بدیشی روپیہ بڑی بھاری رکاوٹ ہے +

ہشتم۔ بشارتی کام ہر شخص اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنی زندگی کا کچھ حصہ بشارتی کام کے لئے وقف کرے۔ اس سے دو فائدے ہیں۔ اول اُس روپے کی بچت جو کہ تنخواہ یافتہ کارندوں کو دی جاتی ہے اور دوم ایسا رضاکارانہ کام ہمیشہ بہتر پایہ پر ہوتا ہے جو اگر ہے کہ ہندوستانی کلیسیا بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور خدا کے جلال کا باعث ہو

کلیسیائی اتحاد

کلیسیائی اتحاد کی کانفرنس کی رپورٹ اب چھپ گئی ہے۔ اس کانفرنس کے شرکا در دو انگریز آرچ بشپ بہت سے اسقف اور بپٹسٹ کانگریگیشنل، میتھوڈسٹ۔ موریویں اور پریسبیٹیرین کلیسیاؤں کے نمائندے تھے۔ یہ رپورٹ ایک نہایت اہم تحریر ہے۔ یہ کانفرنس اس اصول کا اقرار کرتی ہے کہ کلیسیا ایک ہی ہے اور ظاہرا طور پر بھی ایک ہی ہونی چاہئے اور کہ رسولوں کے زمانے سے ہی اس کے حسب ذیل نشانات ہیں:-

(۱) خدا پر ایمان لانا جس کو خداوند مسیح نے ظاہر کیا ہے (۲) خداوند کے دونوں سکرامنٹوں کو عمل میں لانا (۳) مسیحی زندگی بسر کرنا۔ (۴) خادم الدینوں کی جماعت جو خدا کا پاک کلام سنائے سکرامنٹ ادا کرے اور کلیسیا کے کام کو ظاہر کرے۔

کانفرنس اس امر پر اتفاق کرتی ہے کہ خدام دین خدا کی طرف سے ہیں اور متحدہ کلیسیا کے لئے ضروری ہے کہ ایپسکوپیٹ (اسقفیت) کو اختیار کرے لیکن یہ اسقفیت نمائندہ ہونی چاہئے اور پریسبٹروں اور غیر پادریوں کے حقوق کی نگران ہو۔ آئندہ کو اسقفیت کے قبول کرنے کے لئے یہ لازم نہیں ہوگا کہ اس کی ابتدا کے نظریوں کو بھی قبول کیا جائے۔

یہ کانفرنس نیکایہ کے عقیدے کو متحدہ کلیسیا کے لئے کافی خیال کرتی ہے لیکن اس عقیدے کی تفسیر کرنے میں ہر ایک آزاد ہوگا۔ رسولوں کا عقیدہ بپتسمہ کے لئے کافی خیال کیا گیا ہے۔

عظمت کا معیار یہ نہیں کہ ہم اپنے لئے کیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہم اوروں کے لئے کیا کرتے ہیں۔

کوئی فتح بغیر جنگ حاصل نہیں ہوتی۔ اور جو آدمی جنگ سے جی چراتا ہے وہ فتح کے لائق نہیں۔

سہارنپور کنونشن

شہر سہارنپور یو۔پی پنجاب اور صوبہ دہلی کا مرکزی مقام ہے اور کسی ایسی مجلس کے لئے نہایت موزون جگہ ہے جس کا تعلق ان مختلف صوبوں سے ہو۔ گو سیالکوٹ کنونشن کے ساتھ اس کنونشن کا براہِ راست کوئی رشتہ نہیں ہے مگر تو بھی اُس پرانی کنونشن کو سب کنونشنوں کی ماں کہہ سکتے ہیں۔ ابتدا میں یہ مجمع ماس موومنٹ کے مسیحیوں کی خاطر ایک میلے کی صورت میں شروع ہوا تھا۔ اول اول میتھوڈسٹ مشن کے شرکا اچھی خاصی تعداد میں شامل ہوا کرتے تھے مگر بریلی کنونشن کے شروع ہو جانے سے سہارنپور زیادہ تر اے۔پی مشن کی مجلس گاہ بن گیا۔ چونکہ صوبہ پنجاب میں اس مشن کا بہت سا کام ہے اس لئے شرکا کی تعداد کا نمایاں حصہ اسی صوبہ سے تھا۔ میتھوڈسٹ مشن کے بشپ رابنسن صاحب اور ڈاکٹر سٹینلی جونس صاحب کو چھوڑ باقی دونوں آدمی یعنی پادری اے ٹھاکر داس صاحب اور سادھو سندر سنگھ صاحب بھی پنجاب سے تشریف لائے تھے اور گانے بجانے والوں کی ایک منڈلی کھنہ سے اور دوسری موگا سے تھی۔ زبور بھی پنجابی نظم میں گائے جاتے تھے۔

اس سال کنونشن کا خاص مضمون دعا تھا۔ اول روز یعنی ۱۴ اپریل کی شام کو بشپ رابنسن صاحب نے جو بشپ وارن صاحب کی جگہ ان کی علالت طبع کی وجہ سے کنونشن کے صدر انجمن مقرر ہوئے دعا مانگنے کی ضروری شرائط پر ابتدائی درس دیا۔ آپ نے خاص پانچ شرائط کا ذکر کیا یعنی (۱) ایمان (۲) فرمانبرداری (۳) پاکیزگی (۴) خدا کے جلال کے لئے۔ اور (۵) مسیح کے نام پر۔

دوسرے روز صبح کے وقت کلام کی تلاوت کے موقعہ پر ڈاکٹر سٹینلی جونس صاحب نے یافا میں پطرس کی رویا پر ایک نہایت دلچسپ اور موثر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ غیر قوموں پر انجیل کا دروازہ دعا کے دم کھل گیا۔ اور پھر آپ نے

بہت سی نظائر سے ثابت کیا کہ دنیا کے سب بڑے بڑے کام اور اعلےٰ تحریکیں دعا سے شروع ہوئی ہیں۔ آپ نے پطرس کی رویا میں ایک اَور نکتہ نکالا۔ پطرس کو سخت بھوک لگی تھی اور اُدھر کھانا تیار نہیں تھا۔ بہت لوگ شاید ایسی حالت میں کڑکڑانے لگتے مگر پطرس نے وہ انتظاری کا وقت دعا میں صرف کیا۔ اگر ہم اپنے مقررہ اوقات کے وقفوں کو دعا کرنے یا اَور مفید باتوں میں لگا سکیں تو ہمیں اور اَوروں کو کس قدر فایدہ پہنچ سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک اَور درس اس ملک میں مسیحی مذہب کے خفیہ اثر پر دیا اور تیسرے درس میں لوقا ۲۱: ۱۲-۱۹ پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے دکھایا کہ جو آفات یا تکالیف مسیحی پر آتی ہیں خدا اُن کو کیونکر تبدیل کرکے اپنی خدمت اور جلال کے لئے کام میں لا سکتا ہے۔ یہ دونوں درس دلچسپ اور اعلےٰ درجے کے تھے۔ مگر شاید بہتر ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب دعا کے مضمون کو پکڑے رکھتے اور کوئی عملی باتیں اپنے یا اَوروں کے تجربے سے پیش کرتے۔

سادھو سندر سنگھ صاحب اپنے تین درسوں میں دعا کے مضمون پر اعلےٰ تصوف میں پرواز کرتے رہے۔ اُن کی تقاریر کا لب لباب یہی تھا کہ اگر ہم نے دنیاوی برکات مانگیں تو کیا مانگا۔ ہم کو خود مسیح درکار ہے۔ وہی سب برکتوں کا منبع ہے۔ اس لئے اُسی کو مانگنا چاہئے۔ افسوس ہے کہ سادھو صاحب کو کئی ایک دیگر مقامات کو جانا تھا اس لئے اُن کے مشاغل نے اجازت نہ دی کہ کنونشن میں تین روز سے زیادہ قیام کرتے۔ سال گزشتہ میں آپ کو دنیا کے مختلف مقامات سے ۵۹۷ دعوتیں آئیں جن کو وہ منظور نہیں کرسکے۔ اب اُن کا رخ تبت کی طرف ہے اور وہ ہر ایک جگہ سے ہوتے ہوئے اس ملک کو جا رہے ہیں۔

پادری اے ٹھاکر داس صاحب نے دعا کی رکاوٹوں پر ایک مدلل درس دیا۔ جس میں آپ نے چند اسباب مثلاً دنیاداری مصروفیت، بےصبری، بدی، خدا کی حضوری کا احساس نہ ہونا وغیرہ کا ذکر کیا جو دعا مانگنے میں ہمارے سدِ راہ ہوتے ہیں اور پھر اُن مشکلات اور رکاوٹوں پر غالب آنے کے عملی طریق بھی بتائے۔ دوسرے

درس میں آپ نے غالب دُعا کا ذکر کیا اور چند حوالجات سے سمجھایا کہ روح القدس کی
میں دعا مانگنا کیا ہے ۔

یہ کنونشن سیالکوٹ کنونشن کے نمونے پر بنائی گئی ہے مگر اُس سے کئی باتوں
میں فرق رکھتی ہے ۔ اول تو اس کے تقریر کنندوں کے نام پہلے سے مشتہر کئے جاتے
ہیں جو سیالکوٹ کنونشن کے منتظم ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتے ۔ سیالکوٹ میں
مجمع کے لئے ایک نہایت عالیشان خیمہ ہے اور دیگر ضروریات کے لئے بھی خیمے
اور کافی سامان ہے ۔ امید ہے کہ جب سہارنپور کی منتظم کمیٹی کے ہاتھ میں کافی
رقم ہوگی تو ضروری سامان خرید لیا جائیگا ۔ سیالکوٹ کنونشن میں سوائے زبوروں
کے اور کچھ گایا نہیں جاتا مگر سہارنپور میں ان کے علاوہ مسیحی گیت بھی گائے جاتے ہیں
چونکہ حاضرین کا بڑا حصہ سکولوں کے مسیحی لڑکے اور لڑکیاں تھیں اس لئے تقسیم اوقات
میں دوپہر کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ کھیل کود کے لئے رکھا گیا ۔ پھر اس کنونشن میں پرہیزگاری
کے جلسے بھی ہوئے جو ایسے مجمعوں میں ایک غیر معمولی بات ہے ۔ پنجاب کی مس کیمبل صاحبہ
نے اس مضمون کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا ۔ مس صاحبہ موصوف نے چند سال
سے اپنی زندگی پرہیزگاری کے پرچار کے لئے وقف کر دی ہے ۔ آپ نے ہندوستان
میں جا بجا منشیات کے خلاف وعظ و نصیحت کر کے بہت سے لوگوں کو اس موذی
شراب کے شکنجے سے چھڑایا ہے ۔ حال ہی میں آپ سکاٹلینڈ میں جو وسکی شراب کا
گھر ہے اور شمالی امریکہ میں شراب نوشی اور شراب فروشی کے خلاف تقریریں کر کے
واپس آرہی ہیں مس میاناس صاحبہ جو کچھ عرصہ تک ڈیرہ دون میں کام کرتی رہی
ہیں اب آپ کے ساتھ رہکر ٹمپرنس کی اس خاص خدمت کے لئے تیار ہو رہی
ہیں ۔ غالباً دو سال کے بعد مس کیمبل صاحبہ اس کام سے سبکدوش ہو کر پھر اپنی
بشارتی خدمت میں مشغول ہو جائینگی ۔ دوران کنونشن میں ڈاکٹر سٹینلی جونس صاحب
تین روز تک شام کے وقت ہندوستانی غیر مسیحی شرفا کی کلب میں بشارتی لیکچر
دیتے رہے جن کو سہارنپور کے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ نے بڑی خوشی اور دلچسپی

سے سنا۔ خدا نے ڈاکٹر صاحب موصوف کے کلام میں ایسی تاثیر بخشی ہے کہ جو لوگ عام مشنروں کے نزدیک پھٹکنا پسند نہیں کرتے وہ شوق سے آپ کی تقریروں کو سنتے ہیں یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ جو بیج بویا گیا اُس کا پھل کس قدر ہوگا۔

جو اصحاب مسیحی سادھوؤں کے لئے آشرم قائم کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے اُنہوں نے ۴ اپریل کو ایک جلسہ پادری بی بی رائے صاحب کے مکان پر منعقد کیا۔ مگر چونکہ بعض اشخاص ابتک تشریف نہ لائے تھے چند ابتدائی مراتب پر گفتگو کے بعد جلسہ دوسرے روز پر ملتوی کیا گیا۔ دوسرے روز رڑکی کے پادری فرینک صاحب نے اس مجوزہ آشرم کا مدعا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں آشرم میں ایک نیا علم الٰہیات پیدا کرنا ہے اس پر بہت دیر تک بات چیت ہوتی رہی جس سے کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ شرکا کی عام رائے یہ تھی کہ کوئی نئی تحریک یا اصلاح ایسے جلسوں سے شروع نہیں ہوتی۔ ایسے معاملات میں طاقتور شخصیت کی کشش زیادہ ضروری ہے۔ اگر خدا نے کسی کو اس خدمت کے لئے ہمت اور جوش بخشا ہے تو وہ کام شروع کردے۔ باقی انتظام خدا خود کریگا۔ پھر تیسرے روز بھی ایک اور جلسے میں مزید گفتگو کے بعد تجویز ہوا کہ سادھو سندر سنگھ صاحب کے ماہ اکتوبر میں تبت کے دورے سے واپس آنے پر جوالا پور میں کام شروع کیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تجویز کنندوں کی خواہش ہے کہ یہ آشرم چرچ آف انگلینڈ کے بشپ صاحب کے زیر سایہ پرورش پائے۔ بات تو معقول ہے مگر ہمیں اندیشہ ہے کہ بعض مسیحی فرقے اس میں اتفاق نہیں کریں گے۔ اور شاید اس سے مجوزہ آشرم کی کامیابی میں کسی قدر رکاوٹ پیدا ہوجائے۔

کنونشن کے عام انتظام پر نظر دوڑاتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ پادری بی بی رائے صاحب اور اُن کی میم صاحبہ کی اَن تھک محنت اور جانفشانی کا نتیجہ تھا کہ یہ کنونشن کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔ اگر مہمانوں کی آسائش کے انتظام میں کوئی دقیقہ باقی رہ گیا تو قابل مددگاروں کی کمی اُس کی ذمہ وار ہے۔ کنونشن کی کارروائی زیر صدارت بشپ رائنس صاحب اور سردار مفتی ڈاکٹر آربین صاحب کی زیر ہدایت خوش اسلوبی

سے ہوتی رہی۔ دعا کے مضمون کے اس قدر پہلو ہیں کہ چند درسوں میں اُن کا حق ادا کرنا ناممکن ہے۔ مگر بعض ضروری باتوں پر زیادہ زور دیا جا سکتا تھا۔ مثلاً خدا کے ساتھ کلام کرنے کے لئے ضرور ہے کہ ہم اُس کا اور اُس کی مرضی کا زیادہ علم حاصل کریں اور یہ کتاب مقدس کے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ جہانتک ہمیں یاد ہے کسی تقریر کنندہ نے اس ضرورت کی طرف اشارہ نہ کیا۔ کلیسیا کی کمزوری اور دعا کی رُوح کی کمی کا ایک بڑا بھاری سبب یہ ہے کہ ہم بائیبل کو پڑھتے نہیں۔ جو لوگ دعا کی زندگی کے قابل ہو کر واپس گئے ہیں کیا وہ روزمرہ اس پاک کتاب کو باقاعدہ طور پر پڑھنا شروع نہ کر دینگے؟ خاتمہ سے پیشتر ہم ایک اور معاملہ کو کسی قدر تامل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ہمارے بعض نادبان کنونشن کے موقعہ پر درس کے بعد اُن لوگوں سے ہاتھ کھڑے کرواتے ہیں جو کوئی خاص برکت چاہتے ہیں یا جو اپنی زندگی خدا کے لئے مخصوص کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ کئی ایک وجوہات سے یہ طریق مقبول عام معلوم نہیں ہوتا۔ اگر کسی کو اس سے فائدہ ہوتا ہو تو ہم اس کے خلاف کچھ نہیں کہینگے۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے خدا کے ساتھ کسی امر کا فیصلہ یا عہد کرنا ہو تو وہ خفیہ طور پر کرے۔ اگر نادی کی آگاہی کے لئے ہاتھ اُٹھایا جاتا ہے تو کیوں شخصی ملاقات کے ذریعے سے اُس کو اپنی نیت اور ارادے کا یقین نہ دلایا جائے؟ جہانتک ہم نے دیکھا ہے جوش میں آ کر ہاتھ اُٹھانے کا نتیجہ عموماً دیرپا نہیں ہوتا۔

کنونشن کے بعض موقعوں پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم دنیا کے دھندوں سے نجات پا کر روحانی فضا میں پرواز کر رہے ہیں مگر واپس لوٹ کر پھر وہی پرانی مشکلات اور آزمائشیں ہمارے سامنے آموجود ہوتی ہیں۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر حالت اور ہر کام میں دعا ہماری زندگی کا دم ہے۔ اگر ہم نے سہارنپور کنونشن سے یہ نہیں سیکھا تو ہمارا وہاں جانا بے فایدہ ہوا ہے۔

لنڈن میں بائیس روزانہ اخبار شائع ہوتے ہیں۔

Themasihilahoreapril1923

پریشان خیالات

تین چار ماہ سے "مسیحی" اور دیگر اخبارات میں ایک نئے بشارتی اخبار کے اشتہار درج ہو رہے ہیں۔ ہمیں اس تحریک سے ہمدردی ہے اور ہم اپنے عزیز دوست پروفیسر برکت اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے کو طیار ہیں کہ "آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو" و "این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" لیکن گستاخی معاف ہم تو سنتے آئے تھے کہ نور افشان بھی اس کام پر مامور ہے۔ اب یہ نئے اخبار کی ضرورت کیا پڑ گئی۔ کیا نور افشاں اپنا فرض ادا نہیں کر رہا؟ کیا کلیسیا ننا ایک جیسے اخبارات کی متحمل ہو سکتی ہے۔ ہمیں کہا جائیگا۔ کہ یہ نیا اخبار مفت بانٹا جائیگا۔ نور افشاں کو چار روپیہ دیکر بہت کم غیر مسیحی پڑھتے ہیں۔ اس دلیل میں ضرور صداقت ہے۔ لیکن پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کے ہینڈبل کیا ہوئے کیا وہ ہینڈبل اخبارانہ صورت میں شائع ہو کر یہی کام زیادہ بہتر طور پر نہیں کر سکتے؟ بک سوسائٹی کے لئے یہ اچھا موقع ہے کہ پروفیسر برکت اللہ جیسے لایق اور غیر تمند نوجوان کی خدمات کا فایدہ اُٹھا کر اپنے ہینڈبلز میں نئی جان ڈال دے۔ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کی کمیٹی کے ممبران اس پریشان خیال کو اپنے اگلے اجلاس کے اجنڈے میں رکھ کر اسپر ضرور غور کریں اور اپنے غور و فکر کے نتیجے سے ہمیں محروم نہ رکھیں۔

اس ماہ کے شروع میں پنجاب ریپریزنٹیٹو کونسل (Representative Council) آف مشنز کا نواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ ایک طور پر یہ اس مجلس کا آخری اجلاس تھا۔ کیونکہ آیندہ سے اس کا نام "پنجاب کی مسیحی کونسل" میں مبتدل ہو گیا ہے۔ اس نام کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کے آئین بھی بدل گئے اور اب یہ جماعت مشنری سوسائیٹیوں اور کلیسیاؤں کی مشترکہ ترجمانی کا حق ادا کریگی۔ اگر اس کے معنے یہ ہیں کہ کالے گورے کی تفریق کم ہونے والی ہے۔ تو زہے قسمت۔ ورنہ علیحدہ علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی

Digitized by CommissionedWriting.com for the IdeaMines collective.

مساجد ہی بہتر ہیں۔ اتنا فرق تو ضرور ہو گیا ہے کہ اس مجلس کی نظامت ایک ہندوستانی کے سپرد کی گئی ہے۔ اور اس کے ممبر کا کم از کم نصف ہندوستانی ہونگے۔ ہم اس امر کو خوشگوار زمانہ کا پیش خیمہ سمجھکر نہ دل سے اس نئی کونسل کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور امیدوار ہیں کہ وہ اسم بامسمیٰ پہلے سے زیادہ "مسیحی" کونسل ثابت ہوگی +

سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے اعداد ہمارے لئے یہ فرحت افزا مژدہ لائے ہیں کہ پنجاب میں مسیحی جماعت کی تعداد میں ۹۲ فیصدی کا اضافہ ہو گیا ہے اور اب تین لاکھ سے زیادہ مسیحی اس صوبے میں آباد ہیں۔ سیاسی پہلو سے ہم اس خبر کو "فرحت افزا مژدہ" سمجھتے ہیں کیونکہ جبتک ہماری تعداد اس قابل نہ ہوگی جسکو نظر انداز کیا نہ جاسکے۔ تب تک ہندو اور مسلمان جماعتوں سے ہمیں انصاف کی امید نظر نہیں آتی۔ ہندوستان کے حصول سوراجیہ کی خواہش اگرچہ نہایت جایز ہے تاہم ہم ہندوستانی مسیحیوں کو جایز حدود کے اندر اس کا ساتھ دینا چاہئے۔ تاہم ہم سے یہ امر مخفی نہیں کہ ہماری جماعت کو سخت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ ہمارے امتحان کے دن نزدیک آتے جاتے ہیں۔ لیکن یہ روز افزوں تعداد اپنے میں عظیم خطرے لئے ہوئے ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ ہماری جماعت تعلیم میں سب سے آگے قدم مارے ہوئے تھی۔ لیکن اب ہم کوسوں پیچھے ہیں۔ ہمارا اولین فرض یہ ہے کہ ہم اس جماعت کی تعلیم کا فکر کریں۔ کیونکہ ہمارا مستقبل نہ صرف تعداد پر منحصر ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہماری تعلیمی اور اقتصادی حالت پر مبنی ہے اس لئے ہم اپنی کلیسیاؤں اور مشنری سوسائٹیوں پر زور ڈالیں کہ وہ اس اہم فرض کو مقدم سمجھیں۔ اور بجائے غیر مسیحیوں کے لئے بڑے بڑے کالج قائم کرنے اور دیگر قسم کے انسٹیٹیوشن بنانے کے وہ پہلے مسیحیوں کی خبر گیری کریں تاکہ آنیوالی جدوجہد میں ہماری جماعت کہیں کچل نہ جائے +

امرتسر کے واقعات ہماری آنکھیں کھولنے کا باعث ہوئے ہیں۔ جس ہندو مسلم اتحاد پر فخر کیا جاتا تھا۔ وہ محض ایک افسانہ ثابت ہوا۔ خدا ایسے سوراجیہ سے ہمیں بچائے جس میں

ایک جماعت دوسری جماعتوں پر حکمرانی کریگی۔ جبتک قومیت کی لہر ہمارے جماعتی اور مذہبی جذبات پر کلیتہً غلبہ نہ پا جائے۔ سوراجیہ محض ایک خواب ہے۔ ہندوستانی مسیحی جماعت کے لئے یہ عمدہ موقع ہے کہ وہ ظاہر کردے کہ وہ قومی مفاد کو جماعتی مفاد پر ترجیح دیتی ہے۔ اور جداگانہ نیابت کے اصول کو مضر سمجھتی ہوئی اُسکے خلاف جنگ کرنے کو تیار ہے+

سننے میں آیا ہے کہ پچھلے ہفتے مسٹر فریزر جو کہ ایشیا بھر میں نامی معلم سمجھے جاتے ہیں لاہور تشریف لیگئے اور بٹالہ لدھیانہ اور دہلی میں مسیحی بورڈنگ سکولوں کی حالت دیکھکر اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہماری جماعت کی تعلیم میں بہت کچھ نقص ہیں جو کہ دور ہو سکتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ بجائے علیحدہ علیحدہ ڈفلی بجانے کے ایک ایسے متحدہ مسیحی سکول کی بنیاد ڈالنی چاہئے۔ جو کہ نہ صرف اعلےٰ تعلیم کا مرکز ہو بلکہ جسکے مسیحی اثرات دور دراز تک پہنچ سکیں۔ بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ایک پرانا سکول ہے جسپر عیسائی کو برسوں تک بجا ناز رہا ہے۔ لیکن ہمیں چند ماہ ہوئے تب اس سکول کو دیکھنے کا موقعہ ہوا تو ہمارے دل کو نہایت درد ہوا۔ سکول مذکور کے پرنسپل ہمیں معاف فرما دینگے اگر ہم یہ کہنے کی جرأت کریں۔ کہ فی الحال بٹالہ سکول تعلیمی طور پر محض ایک دوم درجہ کا سکول ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ سب سے تجربہ کار اور ہوشیار مشنری یا ہندوستانی اُس سکول کا ذمہ وار ہوتا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ ایک نوجوان۔ ناتجربہ کار۔ اعلےٰ تعلیمی معیاروں سے ناواقف صاحب کو وہاں کا پرنسپل بنا یا گیا ہے۔ یہ الفاظ لکھتے ہوئے "پریشان خیال" اپنی ذمہ واری کو پورے طور سے محسوس کرتا ہے لیکن حق کا انکشاف لازمی ہے۔ ہم کسی کا دل دکھانے کی نیت سے یہ سطور نہیں لکھ رہے بلکہ خلوص دلی سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ تاکہ جماعت کی بہتری کے ذرائع نکل سکیں۔ لیکن بٹالہ اور دیگر مسیحی سکولوں کے دوم درجہ کے سکول ہونیکی بڑی وجہ روپیہ اور ذرائع کی کمی ہے۔ اگر تمام سکول ملکر ایک بن جاویں۔ تو یہ ضروری ذرائع مہیا ہو سکتے ہیں۔ اور نیز معلم بھی ایسے مل جائینگے جو کہ قابلیت اور مسیحی چالچلن کے لحاظ سے قابلِ تحسین سمجھے جائینگے۔ ہماری دعا ہے کہ کوئی راستہ ایسا نکل آئے جس سے اس تجویز کو عملی جامہ پہننا ممکن ہو جائے۔ تاکہ ایکطرف تو مسیحی اتحاد کی نئی صورت نکل آئے دوسری طرف پنجاب میں ایک ایسا مسیحی سکول قایم ہو جائے جو مسیحی لیڈر پیدا کرسکے +

پریشان خیال

اکبر اور مسیحی مذہب

اکبر بادشاہ ہندوستان کی تواریخ میں ایک نرالا درجہ رکھتا ہے گو وہ وسط ایشیا کے خاندان مغلیہ میں سے ایک پردیسی آدمی تھا اور مذہب اسلام کا پیرو تھا اور ہندوستان پر بحیثیت فاتح ہونے کے قابض تھا تو بھی وہ اس ملک کے لوگوں کے ساتھ ایسا شیر و شکر ہو گیا کہ وہ یہیں کا باشندہ بن گیا۔ اکبر کا قصہ اس ملک میں دلچسپی اور فخر کیساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اسکے جنگی کارنامے اور نظام سلطنت اس کا قانونی اور مالی نظم و نسق اسکی نئی نئی عمارات نہ فقط ہندوستانیوں کیلئے بلکہ غیر ممالک کے مشہور سیاحوں اور عالموں کیلئے باعث استعجاب و حیرت ہیں۔ چار صدیوں کا عرصہ بہت سے بڑے بڑے نامی آدمیوں کا نشان صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے کافی ہے مگر اس بڑے بہادر اور صاحب اقتدار بادشاہ کی یاد اس زمانۂ مدید کے بعد لوں میں اب تک تازہ ہے۔ فی الحقیقت ہندوستان کی تواریخ میں شاید ہی کوئی دوسرا بادشاہ ہوا ہو جو ہندوستان کی وسیع مملکت پر حکمران رہا ہو اور ایسا عالیشان درجہ رکھتا ہو جیسا جلال الدین محمد اکبر کا ہے۔ اکبر اعظم کی نسبت صحیح اندازہ لگانے میں اس کے عام معرکوں اور ملکی کارناموں کے علاوہ اسکی شخصی زندگی اور سیرت پر بھی نظر ڈالنا چاہیئے اس کی خوش اخلاقی اور اس کا مذہبی معاملات میں صلح کل ہونا اپنے اعدا کی نسبت عالی حوصلگی اس کا مذاقِ سلیم اور خوش طبعی اس کی ہنر پروری اور موسیقی کا شوق اور اس کی وسیع خیالی کو ہندوستان میں بچہ بچہ جانتا ہے اور انہی صفات سے اس کا نام روشن ہے۔ مگر اکبر کی زندگی میں مذہبی صداقت کی سرگرم جستجو سے بڑھ کر شاید اور کوئی صفت دل کو فریفتہ کرنے والی نہیں ہے۔ ایک ایسے بڑے بادشاہ کے لئے جو دن بھر اہم ملکی معاملات میں مشغول رہتا ہو اور ایک ایسے جنگی بہادر کیلئے جس کو مجبوراً اپنے لڑکپن سے زندگی کے بہت سے برس فوجی مہموں میں صرف کرنے پڑے ہوں اپنے دار الخلافہ میں رہتے ہوئے ہفتے میں باقاعدہ

چند گھنٹوں کے لئے دینی ہادیوں اور مختلف مذاہب کے پیشواؤں کیساتھ مباحثہ میں لگے رہنا ایک ایسی نظیر ہے جو دنیا کی تواریخ میں لاثانی ہے۔ اُس کا مُدعا یہ تھا کہ اِس طور پر ایک عالمگیر مذہب کی بُنیاد رکھے جو مقبول عام ہو۔ اِس رُخ پر اکبر کی کوششوں کے حالات اُس زمانہ کی تواریخ میں پائے جاتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے ایک بات میں یہ بیانات اُدھورے رہ گئے ہیں۔ اُن میں یہ نہیں بتایا گیا کہ مسیحی مذہب کی نسبت اکبر کا صحیح انداز کیا تھا۔ اور کہ اُس نے اپنے زمانہ کے مسیحی پریسبٹوں سے اس مذہب کی بابت تعلیم حاصل کرنے کیلئے کیا کیا جدوجہد کی حال ہی میں اُن ایام کے بعض خطوط اور پرتگیز کیتھولک پادریوں کے روزنامچے دریافت ہوئے ہیں جن سے عوام پر اس معاملہ کی نسبت حالات روشن ہو گئے ہیں ان کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ دربار مغلیہ میں اول مسیحی مشن کا آغاز اس طور پر ہوا کہ ۱۵۷۲ء میں گوا کے حاکم ڈون انٹونیو نے انٹونیو کبرالی کو معہ چند پرتگالی اہلکاروں کے بطور سفیر کے اکبر کے دربار میں بھیجا۔ اُن کے دوران قیام میں بادشاہ ان مسیحیوں کی اعلیٰ سیرت اور لطافتِ طبع سے نہایت متاثر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد بنگال میں دو پرتگالی مشنریوں کی اعلیٰ خدمات کی خبر اُسکے کان تک پہنچی۔ اس سے اُس کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ مسیحی مذہب کی بابت زیادہ تعلیم حاصل کرے۔ چنانچہ ۱۵۷۸ء میں اُس نے کوچین کے بشپ فادر پیرا کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ بشپ صاحب فتح پور سکری میں آکر کچھ عرصہ تک رہے اور اپنے عارضی قیام میں اسلام کے مسائل پر بحث مباحثہ کرتے اور مسیحی مذہب کے حقائق کو واضح کرتے رہے۔ ان مباحثوں میں بادشاہ کی دلچسپی بہت بڑھ گئی اور اُس نے درخواست کی کہ چند قابل مسیحی ماہران علم الٰہی اُس کے دربار میں بھیجے جائیں۔ بشپ صاحب نے صلاح دی کہ اسکی نسبت گوا کے سینٹ پولس کالج سے خط وکتابت کرنی چاہئے۔

۱۵۷۹ء میں اکبر نے اپنے قاصد عبداللہ کو ایک آرمنی مسیحی ڈومنگ پیریز

کے ساتھ گوآ کے حاکم اور بشپ کے پاس خط دیکر روانہ کیا۔ یہ خط نہایت شائستہ الفاظ میں قلمبند کیا گیا تھا۔ اُس میں بادشاہ نے لکھا کہ مجھے مسیحی مذہب میں گہری دلچسپی ہے اور یہ میری دلی تمنا ہے کہ اُس کی بابت زیادہ علم حاصل کروں۔ اُس نے بشپ سے درخواست کی کہ میرے قاصدوں کے ہمراہ چند عالم پادریوں کو بھیجدیں جو اپنی مذہبی کتابوں کو لاکر مجھے مسیحی مذہب کی خوبی اور صداقت کی تعلیم دیں۔ بادشاہ نے یہ بھی یقین دلایا کہ اس تعلیم کے بعد اُن پادریوں کو کھلے ہاتھ انعام و اکرام دئے جائیں گے اور جب اُن کی مرضی ہو وہ ضروری بدرقہ کے زیر حفاظت واپس لوٹ سکتے ہیں ؂

گوآ کا حاکم پہلے تو پادریوں کو بھیجنے پر رضامند نہ ہوا مگر آخرکار فیصلہ کیلئے معاملہ بشپوں کے سامنے پیش کیا اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کی درخواست منظور کی جائے اور تین لائق آدمیوں کو سفارت کے لئے منتخب کیا یعنی فادر روڈلف اکوئیوا اور فادر انٹونی مونٹ سیرٹ اور فادر فرانسیس ہنریقیس کو جو محمدیوں میں سے نومرید اور فارسی زبان میں یکتا عالم تھا ؂

اس جماعت کا پیشوا فادر روڈلف اکوئیوا اٹری کے ڈیوک کا بیٹا تھا اور اٹلی کے شہر ابرزی میں ۱۵۵۰ء میں پیدا ہوا تھا سو جب وہ دربارِ مغلیہ میں پہنچا تو اُنتیس برس کی عمر کا تھا۔ وہاں وہ تین برس تک رہا۔ اُس کی کمال تقویٰ شعار اور سادہ زندگی اور مسیحی صداقتوں کی اعلیٰ تفسیر نے اکبر بادشاہ کے دل کو موہ لیا۔ مغلیہ دربار سے لوٹ کر سلسٹ کا مشن اُس کے سپرد کیا گیا جہاں وہ اپنے مذہب کی خاطر ۱۵۸۳ء میں شہید ہوا چند صدیوں کے بعد ۱۹۰۳ء میں پوپ نے اُس کو سینٹ (ولی) قرار دیا ؂

۱۷ نومبر ۱۵۷۹ء میں یہ مسیحی پریسٹ شاہی قاصدوں کے ساتھ دارالسلطنت کی طرف سورت کے راستے سے جو اُس وقت ایک بڑا بھاری بندرگاہ تھا روانہ ہوئے سورت سے اُنہوں نے خشکی کا رستہ اختیار کیا اور فوج مغلیہ کا ایک دستہ

رہبروں سے حفاظت کیلئے ہمراہ لیا۔ اور دریائے نربدا اور تاپتی کو عبور کر کے قدیم شہر منڈو میں پہنچے۔ اس کے وسیع کھنڈرات پتہ دیتے تھے کہ وہ زمانہ ماضی میں کیسا عالیشان شہر ہوگا۔ آخر اُجین میں سے گذر کر جو اپنی قدیم عظمت سے گر کر محض ایک چھوٹا سا گاؤں رہ گیا تھا اور بہت سے قصبوں اور دیہات میں سے ہوتے ہوئے وہ بتاریخ ۲۸ فروری فتح پور سیکری میں آ پہنچے۔ فادر مونٹ سیرٹ رستے میں بیمار ہو کر نرور میں رہ گیا۔ اس کو حکم تھا کہ صحت یابی کے بعد سفر کے لئے روانہ ہو جائے دارالخلافہ میں پہنچنے پر ایک خاص افسر نے مہمانوں کی خاطر تواضع کی اور چند روز کے بعد اُنہوں نے شاہی دربار میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔

جب اُن پادریوں نے شاہی دربار کے عجیب جاہ و جلال اور شوکت و جمال کو دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے۔ اُنہوں نے یورپ کے کسی بادشاہ کے دربار میں اس قسم کا منظر کبھی دیکھا نہ تھا۔ وہ شہر جو باوجود صدیوں تک اُجاڑ پڑے رہنے کے اب بھی دیکھنے والوں سے اپنے اعلیٰ درجہ کے خوبصورت کھنڈرات کیلئے خراج تحسین حاصل کرتا ہے۔ اپنے شاہی بانی کے زیر سایہ عظمت کے معراج پر تھا۔ اُس کی بے شمار عمارات مساجد فواروں اور باغات کی دلفریب خوبصورتی نے اس شہر کو ایک پری بنا رکھا تھا۔ دیوان عام میں سنگ مرمر کے چبوترے پر بادشاہ کیلئے وہ شاہی تخت رکھا تھا جو طلائی کامدار مخمل سے مڑھا ہوا تھا۔ اُسکے اردگرد میں شاہزادے نفیس پوشاک زیب تن کئے ہوئے متمکن تھے بادشاہ قریب چالیس برس کی عمر کا معلوم ہوتا تھا اور اُسکے گورے رنگ سے شبہ ہوتا تھا کہ وہ جنوبی یورپ کا آدمی ہے۔ وہ نہایت عالیشان زرین لباس سے ملبس تھا جس کے کناروں پر مختلف قسم کی نفیس گلکاری کا کام تھا۔ اس کا عمامہ ہندو وضع کا تھا جو قیمتی جواہرات سے مزین تھا۔ وہ مسلمانوں کی طرح پاجامہ نہیں پہنتا تھا بلکہ نہایت باریک ریشمی دھوتی پہنے ہوئے تھا جو ٹخنوں کے پاس دو موتیوں کی جڑاؤ چوڑیوں کے ذریعہ سے سمیٹی ہوئی تھی۔ اُس کا سینہ بیش قیمت آبدار جواہرات سے آراستہ

تھا۔ اُس کی پاپوش نرالی وضع کی تھی جو اُس کی اپنی ہدایات کے مطابق بنائی گئی تھی اُسکی تلوار پیٹی سے بندھی ہوئی تھی اور اُس کی خدمت میں نقیب اپنی اپنی کمان اور تیروں اور ہتھیاروں کو لگائے کھڑے تھے۔ اُس کے پاس چند منشی اُس کے احکام کے قلمبند کرنے میں مصروف تھے ؛

اکبر مسیحی پادریوں سے مل کر نہایت خوش ہوا اور رات کے دو بجے تک اُن سے گفتگو کرتا رہا۔ جب وہ گھر کو واپس گئے تو بادشاہ نے بہت سا روپیہ اُن کو بھیجا فادر روڈ الفت نے وہ رقم یہ کہہ کر لوٹا دی کہ چونکہ ہم نے اپنی رضا و رغبت سے اپنے مذہب کی خاطر افلاس کو اختیار کر رکھا ہے اس لئے ہم سوائے ضروری گذارے کے اَور کچھ لے نہیں سکتے۔ ڈومینک پریرہ مہمانوں کی خاطر تواضع کے فرائض ادا کرنے پہ مقرر کیا گیا۔ اور اُس نے ان فرائض کو نہایت خوبی سے انجام دیا ؛

(باقی دارد)

ترجمہ (از گارڈین)

کوریا میں لڑکیوں کے اصلی نام رکھے نہیں جاتے۔ اکثر اوقات اُنکو چھوٹی مسوُرنی یا کُتیا یا مجھوتی کہہ کر بُلایا جاتا ہے۔ اگر اُن کی طرف اشارہ کر کے ان کا ذکر کرنا ہو تو اُنکو "پہلی" "دوسری" "آخری" کہا جاتا ہے ؛

ذکر ہے کہ کسی گرجے کے دروازے پر گرجے کا ایک عہدیدار کھڑا آنیوالوں کا خیر مقدم کر رہا تھا وہاں ایک بڈھا پھٹے پُرانے کپڑے پہنے آگیا۔ دیکھنے میں وہ ایک کم عقل آدمی معلوم ہوتا تھا۔ عہدیدار نے اُسے دیکھ کر کہا کہ تم اجنبی ہو میں تمہیں نہیں جانتا۔ اس آدمی نے جواب میں استفسار کیا کہ کیا تم خداوند یسوع مسیح کو جانتے ہو؟ اُس نے کہا کہ جانتا ہوں بڈھے نے کہا کہ وہ میرا بھائی ہے۔ فی الحقیقت گرجا کوئی ہوٹل نہیں بلکہ گھر ہے جہاں اجنبی لوگ ایک دوسرے سے ملتے ہیں ؛

Themasihilahoreapril1923

مقدس اگسٹن کے اقرارات

یہ بزرگ چوتھی صدی مسیحی میں ایک مشہور مسیحی فلسفر و بیندار الٰہیات کا عالم ہوا ہے۔ آج بھی اُس کی وہی عزت ہے۔ جو ابتدائی زمانہ میں تھی۔ بہت سی مسیحی کلیسیائیں آج تک اُس کے خیالات کی پیرو ہیں۔ واقعی اپنے زمانہ کا ایک یکتا عالم تھا۔ آج بھی اُس کی تصنیفات کو دیکھ کر مسیحی علما اُس کی علمیت کا لوہا مانتے ہیں۔ اُس کی تصنیفات عموماً یونانی اور لاطینی میں ہیں۔ اُن کا ترجمہ یورپ کی قریباً سب زبانوں میں ہے۔ بدقسمتی تو ہندوستانی زبان کی ہے جو محروم ہے۔ یقیناً ایک زمانہ قریب آرہا ہے۔ کہ کلیسیا بزرگان سلف کے کارناموں کو ہندوستانی لباس پہناویگی۔ یادش بخیر اخی عابد مسیح صاحب نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے حالات سے (اگرچہ مختصر) بذریعہ ترجمان ناظرین کو مستفیض فرمایا ہے۔ جزاک اللہ۔

زمانہ سلف کے بزرگوں کی تصنیفات روحانیت کا بہت بڑا خزانہ ہے جو جانفشانی اُن بزرگوں نے بدعتیوں کے خلاف کی ہے۔ وہ طلباء الٰہیات کے واسطے بیش بہا خزانہ ہے۔ بہت مدت ہوئی کہ مقدس اگسٹن کے اقرارات کی کتاب میری نظر سے گذری۔ مگر اُس وقت چونکہ میرا جوانی کا عالم تھا۔ وہ کتاب میری نظر میں دلچسپ نہ معلوم ہوئی۔ دو چار فصلیں پڑھ کر میں نے چھوڑ دی۔ ان دنوں چونکہ کوئی کتاب میرے مطالعہ میں نہ تھی۔ اُسی کو اپنے پُرانے ذخیرہ میں نکالکر پڑھنا شروع کیا۔ دو چار فصلیں پڑھکر میری حیرت کی کچھ حد نہ رہی۔ ایسی دلچسپ مفید روحانی کتاب سے میں اب تک محروم رہا۔ ایسا خزانہ میری الماری میں چھپا پڑا رہا۔ جُوں جُوں میں پڑھتا تھا۔ توں توں میرا شوق بڑھتا گیا۔ ایسی عجیب کتاب۔ ایسی مفید کتاب اس کا کبھی ذکر کنونشنوں میں بھی سُننے میں نہ آیا۔ یہ کتاب کنونشنوں کی بے خطا ہادی اور زبردست استاد ہے کیسے عجیب طریقہ

پر صفائی اور سچائی سے اپنے حالات بیان کرتا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کس طرح اگسٹن کو اپنے بچپن سے نئی زندگی کے حاصل ہونے تک کے ذرا ذرا سے حالات معلوم تھے جو بے کم و کاست اُسنے تحریر کئے۔ اگر یہ الہامی کتاب نہ بھی مانی جائے تاہم یہ ماننا ضرور پڑیگا کہ خدا کی روح کی مدد سے لکھی گئی۔ روحانی غذا کے شائق اِس سے مؤثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بچے۔ جوان۔ بوڑھے مرد عورت اس سے اعلے روحانی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اگسٹن کی نظر میں اپنی والدہ کی عزت کسقدر تھی باوجود بے دین ہونیکے اُس نے اپنی دیندار والدہ کی کبھی تحقیر نہ کی۔ ایک دفعہ دھوکا تو دیا مگر اُس کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکا جسطرح اگسٹن مسیحی جوانوں کے واسطے نمونہ ہے۔ ویسے ہی مقدس والدہ مونیکا مسیحی ماؤں۔ مسیحی جوروؤں۔ مسیحی بہنوں کے واسطے مسیحی طبیعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مقدس اگسٹن اقرار کرتا ہے کہ میں جو کچھ ہوں صرف اپنی والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہوں ۔

میں بڑے زور سے سفارش کرتا ہوں کہ مسیحی جوان اس کتاب کو ضرور پڑھیں کنونشنوں میں اگسٹن کو اپنا نمونہ سامنے رکھیں۔ انگریزی خواں انگریزی میں اسکا مطالعہ کریں۔ اردو خواں اردو میں۔ ہم شکر گذار ہیں پادری ہیولٹ صاحب کے جنہوں نے گذشتہ صدی کے نصف میں اسکا ترجمہ شائع کیا۔ کتاب کی خوبیوں کے سامنے ترجمہ بالکل غیر محاورہ اور پھیکا ہے۔ تاہم مترجم کی ہمت قابل داد ہے کہ جیسا کچھ ہو سکا۔ اُنہوں نے کیا۔ اور مرزا پور کے مشن پریس میں اسکو چھپوایا۔ کاشکہ کوئی مرد خدا اسکو بامحاورہ موجودہ فصیح اردو میں ترجمہ کرے۔ اور پنجاب ریلجس بک سوسائٹی اسکو نیا ترجمہ چھپوائے کلیسیا پر بڑا ہی احسان ہوگا اگرچہ یہ ایک ضخیم کتاب ۳۷۲ صفحہ کی ہے اخراجات کا متحمل ہونا مشکل۔ تاہم خیال کرنا چاہئے کہ جس زمانہ میں یہ ترجمہ ہوا اُس وقت پڑھنے والے کسقدر تھے اور اب کلیسیا لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ جو صرف اُردو پڑھ سکتے ہیں۔ کاشکہ میری آواز کارپردازان ریلجس بک سوسائٹی کے کانوں تک پہنچے۔ اور میں اپنی زندگی میں اسکی دوسری طبع چھپی ہوئی دیکھ سکوں ۔

مرقومہ
واعظ

ہماری معاشرتی زندگی اور ہمارے فرائض

(۳)

گذشتہ مضمون میں ہم نے تحریر کیا تھا کہ ہماری فطرت کا تقاضا ایک دوسرے سے ملاقات کرنا ہے۔ اور ہم اس قدرتی خواہش کو ایکدوسرے سے مل کر پورا کرتے ہیں۔ خدائے پاک نے یہ خواہش ہمارے دلوں میں پیدائش ہی سے ڈال رکھی ہے پس لازم اور مناسب ہے کہ ہم اس خواہش کو خدا کے جلال اور اُس کی خدمت میں پورا کریں۔ لیکن ہماری معاشرتی زندگی یہ ثابت کرتی ہے کہ ہم اس خواہش کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ اپنے برابر کے اشخاص سے ملنا اور اعلیٰ طبقہ کے اصحاب سے ہی ملاقات کی کوشش کرنا ہماری معاشرتی زندگی کا اصل الاصول ہے۔ غریبوں۔ بیماروں۔ یتیموں۔ لاوارثوں۔ جاہلوں۔ محتاجوں سے کنارہ کشی کرنا اور اُن کی طرف نظر حقارت سے دیکھنا ہماری سوسائٹی کے ابتدائی سبق ہیں۔ اجنبیوں اور مسافروں سے سردمہری سے پیش آنا ہمارے معاشرتی قوانین کی الف۔ ب ہے۔ گذشتہ مضمون میں ہم نے دیکھا تھا کہ خداوند مسیح کے اقوال و افعال اُن قوانین کے عین نقیض تھے۔ اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری سوسائٹی فی الواقع "مسیحی سوسائٹی" ہو۔ تو ہم پر واجب ہے کہ ہم خداوند کے اصول پر چلیں خواہ وہ ہمارے معاشرتی اطوار کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ "ہم کو انسان سے نہیں بلکہ خدا سے ڈرنا چاہئے"۔ ہمارے چند ایک ہادیانِ دین نے کچھ عرصہ ہوا یہ تجویز کی تھی کہ ہر ایک بڑے شہر میں سربرآوردہ اشخاص غریب مسیحیوں کے گھروں میں جائیں اور ان سے مل جل کر راہ و رسم پیدا کریں۔ تاکہ مسیحی اخوت عملی طور پر مسیحی جماعت میں ظہور پذیر ہو۔ جماعت کے اکابر نے اس تجویز پر غور کر کے اس کو سراہا۔ ایک شہر کی مختلف حصوں میں تقسیم بھی کی گئی اور ایک ایک حصہ ایک ایک صاحب کے سپرد کر کے اس کو اُس کے حصہ کا ذمہ دار بھی ٹھیرا دیا گیا۔ تجویز معقول۔ مقصد اچھا۔ لیکن عمل

کون کرے۔ سوسائٹی اور "ایٹی کیٹ" ایکطرف۔ خداوند مسیح دوسری طرف۔ ایک کا حکم یہ ہے کہ غربا سے مت ملو اور نہ ہی اُن سے کسی طرح کا برتاؤ رکھو۔ خداوندی فرمان یہ کہ "تمہارے خدا اور باپ کے نزدیک پاک اور بے عیب دینداری یہ ہے کہ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی مصیبت کے وقت اُن کی خبر لیں"۔ معاشرتی حکم یہ کہ غریبوں اور محتاجوں کو نظرِ حقارت سے دیکھو اور خداوندی فرمان یہ کہ "عزت کی راہ سے ایک دوسرے کو بہتر سمجھو"۔ "جس کسی پاس دنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھے اور اپنے تئیں رحم سے باز رکھے تو خدا کی محبت اُس میں کیونکر رہتی ہے۔ میرے بچو چاہئے کہ ہم کلام اور زبان سے نہیں بلکہ کام اور سچائی سے محبت رکھیں"۔

علم الاخلاق کا یہ اصول ہے کہ حقوق کے ساتھ فرائض وابستہ ہیں۔ جہاں آپ حقوق دیکھیں گے وہاں فرائض بھی ہونگے اور جہاں فرائض ہونگے وہاں حقوق آپ کو ملیں گے۔ مثلاً بچوں کا فرض ہے کہ "اپنے ماں باپ کی ہر ایک بات میں فرمانبرداری کریں" (کلسی ۳/۲۰)، لیکن ان کا یہ حق ہے کہ ان کے والدین "دق نہ کریں" (۲۱ آیت)۔ والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کریں۔ آقاؤں کا حق ہے کہ نوکر "کمال ادب سے اُن کے تابع رہیں" (۱ پطرس ۲/۱۸)۔ لیکن اُن کا فرض ہے کہ نوکروں کے ساتھ "عدل اور انصاف کریں" (کلسی ۴/۱) رعایا کا حق ہے کہ وہ "مناسب طور سے چین اور آرام کے ساتھ زندگی گذارے" (۱ تمطا ۲/۲)، لیکن اُس کا فرض ہے کہ "حاکموں کے تابع رہے" (رومیوں ۱۳/۱)۔ اسی طرح سرکار کا حق ہے کہ رعایا "حاکموں کی مانیں" (ططس ۳/۱)، لیکن حکام کا فرض ہے کہ "تلوار بے فائدہ نہ باندھیں بلکہ رعایا کی بہتری کے لئے خدا کے خادم بنے رہیں" (رومیوں ۱۳/۴)۔

مندرجہ بالا مثالوں سے ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جملہ حقوق فرائض کیساتھ وابستہ رہیں اور ہم ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ مثلاً اگر کوئی بچہ یا نوکر یا رعایا صرف اپنے حقوق کا ہی خیال رکھے اور فرائض کو بالائے طاق رکھدے تو سخت غلطی میں مبتلا ہوگا۔ یا اگر سرکار اپنے فرض کو قطعی فراموش کر کے رعایا کے

کے فرض پر اصرار کرے اور اس کی حق شناسی نہ کرے تو پرلے درجے کی حماقت کا مرتکب ہوگی۔

آمدم برسر مطلب۔ ہر انسان کا اس قدرتی خواہش کی وجہ سے جو خدا نے اس کی فطرت میں ڈال دی ہے یہ حق ہے کہ دوسروں سے ملاقات کرے اُن سے گفتگو کرے اور ملنے جُلنے سے لذت اٹھائے۔ اور جو شخص بغیر کسی وجہ کے کسی کو اس حق سے باز رکھتا ہے وہ خدا اور انسان کی نظروں میں گنہگار ہے۔ لیکن اس حق کے ساتھ ہی فرض بھی وابستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جن کے ساتھ اُس کی میل ملاقات ہو وہ اُن کی مدد کرے۔ اُن کی حاجت کے وقت طوطا چشمی نہ کرے۔ بلکہ اُن کے کام آئے اُن کی بہبودی میں سدِّ راہ نہ ہو۔ بلکہ اُن کی ترقی کا خواہاں رہے۔ اُن سے حقیقی محبت کرے اور دینی اور دنیاوی امور میں ان کا ہادی دوست اور بہی خواہ بنا رہے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو اس فرض کو فراموش نہیں کرتے۔ چند روز ہوئے میرے ایک عزیز دوست نے ایک مجمع (پارٹی) میں جہاں ایک شہر کے مسیحی اصحاب جمع تھے کہا کہ اگر خدانخواستہ کل مجھ پہ مصیبت آپڑے اور میری جاہ و حشمت میں کمی واقع ہو جائے تو کیا یہ مجمع جو آج میرے ساتھ ہاتھ ملانا اپنا فخر خیال کرتا ہے میرے ساتھ یہی سلوک کریگا۔ اس میں سے کتنے اصحاب ہوں گے جو اس حالت میں کبھی میرے گھر کے نزدیک پھٹکنے کی تکلیف بھی گوارا کریں گے۔

ہم میں سے بہت اصحاب ہیں جن کو ایسے مجمعوں میں اتنی دفعہ بُلایا جاتا ہے کہ اُن کو اس بات کا باقاعدہ روزنامچہ بنانا پڑتا ہے۔ اگر آج چاء پانی ہے تو کل کھانا ہے۔ اگر دو بجے کسی سے ملاقات ہے تو چار بجے پارٹی ہے اور سردیوں کا موسم اسی شغل میں گذر جاتا ہے اور اس شغل کی تھکاوٹ کو اُتارنے کے لئے موسم گرما پہاڑوں میں کاٹنے کی ضرورت پڑتی ہے اور وہاں بھی اس شغل سے نجات نہیں ملتی۔ لیکن ہم میں سے کتنے ہیں جن کے ذہن میں ان

حقوق کے فرائض کا خیال بھی پھٹکنے پاتا ہو۔ ان فرائض کا وجود کبھی ہمارے خواب میں بھی نہیں آتا۔ لیکن اگر ہم ان حقوق کا جائز طور پہ استعمال کرنا چاہتے ہیں تو صرف فرائض کو مدنظر رکھ کر ہی کر سکتے ہیں اور اگر ہم اُن فرائض کو پہچانیں جو اس فطرتی خواہش کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اُن پر عمل بھی کریں۔ تو مسیحی اخوت (جو ہماری کلیسیا میں ان دنوں نظر نہیں آتی) ایک حقیقت ہو جائے گی؞

(باقی دارشتہ)

برکت اللہ مشن کالج لاہور

نیوآرلینس کا ایک پریسبٹیرین جوان جنگ میں بحری بے تار خبر رسانی کے محکمے میں نوکر تھا۔ ایک روز علی الصبح وہ رات کی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر آرام کر رہا تھا اور کام بند تھا۔ اُس وقت وہ تیئسواں زبور پڑھ رہا تھا۔ اچانک اُس کے دل میں خیال آیا کہ اس زبور کو سمندر کی طرف بھیج کر دیکھیں کہ کسی جہاز میں سنائی دیتا ہے یا نہیں۔ یہ سوچکر اُسنے وہ زبور سطح سمندر پر بھیجدیا اور جب وہ تمام کر چکا تو سولہ جہازوں سے اُسی بے تار خبروں کے آلات کے ذریعے سے آمین کی آواز آئی

جذامیوں کے لئے مشن کے تمام جذامی خانوں میں مریضوں کی تعداد ۶۰۰۰ ہے۔ جس میں سے زیادہ تعداد ہندوستان میں پائی جاتی ہے؞

قید خانے میں تو پطرس کی نگہبانی ہو رہی تھی۔ مگر کلیسیا اُسکے لئے بدل و جان خدا سے دعا مانگ رہی تھی (اعمال ۱۲ باب) اس لفظ "مگر" پر غور کرو۔ لفظ تو چھوٹا سا ہے مگر اس میں کسقدر مضمون بھرا ہے۔ یہ وہ کانٹا ہے جس سے معاملات کا رخ دنیا سے خدا کیطرف بدل جاتا ہے۔ اس میں ایسی طاقت موجود ہے جسکا ہیرودیس اور اُسکے سپاہی مقابلہ نہیں کر سکتے ہیرودیس کے رستے میں دعا کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے؞

مَیں گرجا کیوں جاتا ہوں

مارچ کے مسیحی میں یہ سوال کیا گیا ہے۔ اس سوال کا تعلق ہر ایک کی شخصیت سے ہے۔ فرداً فرداً ہر شخص اپنی نسبت جواب دے سکتا ہے۔ مجموعی طور پر جواب دینے کا حق کسی کو نہیں۔ اس طرح جواب بہت آسان ہے۔ کیا یہ جواب کافی نہیں کہ ہم گرجا میں عبادت کے واسطے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کافی نہیں۔

ذکر ہے کہ اتوار کے دن بوہیمیا کا بادشاہ گرجا میں آیا۔ جماعت بہت تھوڑی تھی۔ بعد عبادت بادشاہ نے پادری صاحب سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آج گرجا میں بہت کم لوگ ہیں۔ پادری صاحب نے جواب دیا۔ کہ گذشتہ اتوار گرجا میں نوٹس دیا گیا تھا کہ آئندہ اتوار بادشاہ سلامت گرجا میں نہیں آئینگے۔ اس واسطے لوگ نہیں آئے۔ اُن کو پتہ نہ تھا۔ کہ آپ جہاں جانے والے تھے نہیں گئے۔ اور گرجا میں آ گئے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ لوگ میری عبادت کرنے آتے ہیں۔

یہ تو اس سوال کا مجموعی جواب ہے۔ اسی کے مطابق شخصی جواب بھی لیجئے اتوار صبح کی عبادت کے وقت میں گرجا کو جا رہا تھا۔ راہ میں ایک بزرگ پادری صاحب کے فرزند ارجمند جو مشن کے ملازم تھے مجھے مل گئے۔ میں نے پوچھا کدھر بھاگے جا رہے ہو۔ جواب دیا کہ ایکدن بھی آرام نصیب نہیں ہوتا ہفتہ بھر تو کام میں مرتے رہتے ہیں۔ اتوار کو گرجا جان پر آفت ہے۔ میں نے کہا کہ مت جاؤ۔ فرمایا۔ تو کھائیں کہاں سے۔ آج نہ جاؤں تو کل ہی نوکری سے جواب ہے۔

ایک اور ہیں۔ چار یار ملکر گرجے شوق سے جاتے ہیں۔ چلو ذرا دو گھڑی گرجے میں دیدار بازی کا لطف اُٹھائیں۔

ایک اور فرقہ ہے۔ یہ علم و فصاحت کے دلدادہ ہیں۔ جب سُنا کہ فلاں شخص آج وعظ کریگا۔ اس کی سُننے کو گرجا پہنچ جاتے ہیں۔ ویسے لوگ سال میں ایکدو دفعہ

کسی تقریب پر کسی نئے شخص کی سُننے کو گرجا میں تشریف لے آتے ہیں ﴿

ایک اَور گروہ ہے جو بیگاری ہے۔ یہ خادمانِ دین کا گروہ ہے۔ جو بے پرواہ ہیں۔ گرجا سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مگر لاچار جاتے ہیں ﴿

ہاں ایک اَور گروہ ہے۔ جس کی نسبت لکھا ہے۔ مبارک ہے وہ گروہ جو عبادت کی قرنا کی آواز کا شناسا ہے ﴿

شخصی طور پر "میں خوش ہوا۔ جب وہ مجھے کہنے لگے کہ آؤ ہم خداوند کے گھر چلیں" ﴿

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر جگہ روح و راستی سے خدا کی عبادت ہو سکتی ہے۔ لیکن خدا کے گھر کا شوق اَور بات ہے۔ جب تک ہم گرجا کو خدا کا گھر نہ سمجھیں۔ تب تک ہم اس کا جواب دے ہی نہیں سکتے۔ کہ ہم گرجا کو کیوں جاتے ہیں ﴿

میرا اپنا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ مجھے گرجا کی عبادت کا کبھی لطف نہیں آیا۔ مَیں عموماً کسی اچھے واعظ کا وعظ سُننے کو جایا کرتا رہا۔ لیکن جب سے مَیں نے معلوم کیا ہے کہ یہ خدا کا گھر ہے۔ اور اس کی عزت میری نگاہ میں خدا کے گھر بیت اللہ کی عزت ہے۔ اب میں شوق سے گرجا جاتا ہوں۔ اور عبادت کا لطف اُٹھاتا ہوں۔ کیونکہ خدا کے گھر میں خداوند سے ملاقات ہوتی ہے ﴿

سو مَیں اپنے تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جب تک ہم گرجا کو خدا کا گھر سمجھ کر اُسکی عزت نہیں کرتے۔ تب تک شوقِ عبادت بھی مفقود سمجھو ہمارا گرجا جانا بھلی باتوں میں سے کوئی ہے ﴿

راقم
بیت اللہ کا مجاور

Themasihilahoreapril1923

ایک ضروری مسودۂ قانون

کلکتہ میں ناپاک تجارت کے انسداد کیلئے پروفیسر ایس سی مکرجی صاحب نے بنگال کونسل میں ایک مسودہ ماہ فروری میں پیش کیا۔ بڑے بڑے شہروں خصوصاً بمبئی اور کلکتہ میں یہ ناپاک تجارت ترقی پر ہے۔ اور ہمارے نوجوان مردوں اور عورتوں کے اخلاق کو تباہ کر رہی ہے۔ سال گذشتہ میں بمبئی کی کمیٹی نے اسکے انسداد کے متعلق کچھ کارروائی کی تھی۔ اس معاملہ میں کلکتہ کے حالات بمبئی سے مختلف نہیں ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا حساب کیا گیا تھا کہ شہر کلکتہ میں سولہ ہزار رجسٹری شدہ اور اٹھارہ ہزار غیر رجسٹری شدہ بازاری عورتیں ہیں۔ بیرونجات سے سالانہ بارہ سو بچے دس برس کی عمر سے نیچے کلکتہ کے قحبہ خانوں میں اس ناپاک تجارت کیلئے داخل کئے جاتے ہیں۔ پروفیسر مکرجی صاحب نے مسودۂ قانون میں خاص چار باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے (۱) کسی آدمی کو بدی میں پھنسانے کیلئے بلاوا دینے اور اُسکی اعانت کی سزا بڑھا دی جائے (۲) پولیس کو اختیار دیا جائے کہ قحبہ خانوں کو بند کر سکیں۔ موجودہ قانون کے رو سے پولیس اُسی صورت میں دست اندازی کر سکتی ہے کہ ایسے ناپاکی کے مکانوں کے خلاف شکایت کی جائے اور اگر کوئی مکان اس مقصد کیلئے از سر نو کرایہ پر دیا جائے تو پولیس اُسکو روک نہیں سکتی۔ اب مالک مکان اور منتظم دونوں قانون کی زد میں آ سکینگے (۳) دلالی پیشہ اور کٹنیاں جو سزا سے محفوظ تھیں اب مجرم قرار دیجائینگی (۴) پولیس کو اختیار حاصل ہوگا کہ کسی لڑکی کو قحبہ خانے سے چھڑا کر کسی مناسب جگہ میں پہنچا دے۔ یہ مسودہ پیش ہو کر عام رائے کیلئے مشتہر کیا گیا ہے۔ اور ماہ جولائی میں اسپر غور کیا جائیگا۔ مس ہگنسن صاحبہ ایک سرگرم لیڈی ہندوستان میں اس ناپاک تجارت کے سوال کی مشکلات دریافت کرنے کیلئے دورہ کرتی رہی ہیں۔ اُن کی رائے میں بدکاری کے انسداد کیلئے موجودہ انجمنیں کافی طور پر زور سے کام نہیں کرتیں۔ اسلئے ایک قومی سکرٹری کی ضرورت ہے۔ آپکی دوسری تجویز یہ ہے کہ جا بجا ایسے مکانات بنائے جائیں جہاں عورات یا لڑکیوں کو قحبہ خانوں سے نکلنے کے بعد پناہ دی جائے اور جہاں آئندہ

گلشنِ بائبل

بائبل کے متعلق دلچسپ معلومات

بائبل میں

۶۶ کتابیں ہیں عہدِ عتیق میں ۳۹ اور عہد جدید میں ۲۷

۱۱۸۹ ابواب ہیں " " ۹۲۹ " " ۲۶۰

۳۱۱۷۳ آیات ہیں " " ۲۳۲۱۴ " " ۷۹۵۹

سب سے چھوٹا اور وسطی باب ۱۱۷ واں زبور ہے

سب سے لمبے نام یسعیاہ نبی کی کتاب کے آٹھویں باب میں مندرج ہیں۔

خدا کا نام ۴۶۶۲۷ مرتبہ اور خداوند کا نام ۱۸۵۵ مرتبہ مذکور ہے۔

آستر کی کتاب میں خدا کا نام ایک مرتبہ بھی پایا نہیں جاتا۔

عہدِ عتیق کی

وسطی کتاب امثال ہے۔ وسطی باب ایوب کا انتیسواں باب ہے۔ اور وسطی آیت ۲ تواریخ کے بیسویں باب کی ۱۷ و ۱۸ آیات کے درمیان ہے

سب سے لمبی آیت آستر کی کتاب کے آٹھویں باب کی نویں آیت ہے

سب سے چھوٹی آیت ۱ تواریخ کی $\frac{1}{1}$ آیت ہے

۲ سموئیل کا ساتواں باب اور ۱ تواریخ کا سترھواں باب یکساں ہیں نیز یسعیاہ کا سینتیسواں باب اور ۲ سلاطین کا انیسواں باب یکساں ہیں

عہدِ جدید کی

وسطی کتاب ۲ تھسلنیکیوں کا خط ہے۔ وسطی باب رومیوں کے تیرھویں اور چودھویں ابواب کا درمیان ہے۔ اعمال کی کتاب $\frac{17}{17}$ وسطی آیت ہے۔

سب سے چھوٹی آیت یوحنا ۱۱/۳۵ ہے

عہد عتیق کی تمثیلیں

تمثیل	کتاب	حوالہ
درخت بادشاہ چُن بیٹھتے ہیں	قاضیوں	۹: ۷ سے ۱۵
بھیڑ کی پٹھیا........	۲ سموئیل	۱۲: ۱ سے ۴
تقوع کی عورت	۲ "	۱۴: ۶ سے ۱۱
بھگوڑا قیدی	اسلاطین	۲۰: ۳۵ سے ۴۰
میکایاہ کی رویا	۱ "	۲۲: ۱۹ سے ۲۳
بھٹکٹیا اور لبنان کا سرو	۲ "	۱۴: ۹
تاکستان اور جنگلی انگور	یسعیاہ	۵: ۱ سے ۷
کسان کے طریقے	"	۲۸: ۲۳ سے ۲۹
بڑا عقاب اور انگور کا درخت	حزقی ایل	۱۷: ۳ سے ۱۰
سنگھ کے بچے	"	۱۹: ۲ سے ۹
دو چھنالیں	"	۲۳ باب
پکتا ہوا دیگچہ	"	۲۴: ۳ سے ۵
لبنان کا دیودار	"	۳۱ باب
خشک ہڈیوں کی وادی	"	۳۷ باب
بہتے ہوئے پانی	"	۴۷ باب

بائبل میں تین آسمانوں کا ذکر ہے یعنی اول فضا دوم وہ خلا جس میں چاند سورج اور ستارے موجود ہیں اور تیسرا سب سے اوپر جہاں فردوس اور زندگی کا درخت ہے (مکاشفہ ۲/۷) جہاں خدا کا مسکن اور تخت ہے (مکاشفہ ۲۲/۱ اور ۳) جہاں پولوس رویا میں پہنچایا گیا (۲ کرنتھیوں ۱۲/۲) جہاں مسیح زمین سے صعود کر کے چڑھ گیا (مکاشفہ ۱۲/۵) جہاں وہ باپ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے (زکریاہ ۶/۱۳) اور جہاں وہ شہر جلیل ہے جس میں مقدس داخل ہوں گے (مکاشفہ ۲۱/۲)

Themasihilahoreapril1923

قاصد

چندہ سالانہ ۸

این۔ایم۔ایس کا ماہوار رسالہ

سلسلہ جدید	ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	جلد ا نمبر ۸

علاقہ کی خبریں

میت اللہ کے نمبردار کے بڑے لڑکے پولوس کی شادی ۴ مارچ کو ایک مسیحی گاؤں میں جو کہ ریلوے اسٹیشن گمبیر کے نزدیک چک ۵۹ بائی لاٹ کے نام سے مشہور ہے بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ مبارک ہو۔

ریناله کلاں ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو کہ میجر وبزن کے ماتحت اسٹیٹ میں واقع ہے۔ اور ریناله خورد ریلوے اسٹیشن سے اڑھائی تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اس گاؤں میں مسیحی مزارعان کی خاصی آبادی ہے۔ تقریباً اڑھائی یا تین سو کے قریب جانیں ہونگی۔ اس گاؤں میں دینی یا دنیاوی تعلیم کا انتظام چند وجوہات کے باعث ابتک نہیں ہو سکا۔ ہماری تمام کوششیں ناکامیاب رہی ہیں۔ گزشتہ دس سال کے اندر پانچ یا چھ کارندے یکے بعد دیگرے متواتر وہاں مقرر کئے گئے جو سب کے سب کم و بیش ناکامیاب رہے۔ لیکن اس سال کے شروع میں وہاں کی کلیسیا میں کے گہراؤں پر اندھیرا تھا خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی" معلوم ہوئی۔ اور امید ہے کہ یہ کلیسیا جلد زندگی حاصل کریگی۔ اس کے تین بڑے سبب نظر آتے ہیں۔

اول۔ ریناله کلاں کی کلیسیا کے ممبران ایک سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا۔ کہ پہلی دفعہ

مطبوعہ مسیحی پریس لاہور باہتمام مسٹر غلام قادر مسیحی پرنٹر

آپس میں متحد ہوکر اور اتفاق کر کے ایک کام میں شامل ہوئے یعنی بیت اللحم کی تجویز برائے حصول زمین میں کھاتے خریدے۔ اس سے پیشتر نہ تو اُن کی کوئی پنچایت تھی نہ لیڈر نہ نمبردار اور نہ ہی آپس میں اتفاق تھا۔ سب کے سب ایسے تھے۔ جیسے مصری کی ڈلیاں۔ لیکن کھاتوں کی خریداری اگرچہ دنیاوی اغراض پر مبنی ہے تاہم اُن لوگوں میں جو ناامید تھے اور ہمت ہار بیٹھے تھے۔ ایک نیا شوق جس کا نام زندگی ہے۔ پیدا ہوگیا۔

دوئم۔ دوسرا بڑا سبب جس کے باعث رینالہ کلاں کی کلیسیا میں کچھ شوق پیدا ہوگیا۔ وہ یہ تھا کہ بزرگ بشپ صاحب کی آمد پر مستحکم ہونے کی عبادت کا موقع تھا۔ اس وقت تمام علاقے کے لوگ۔ مدعو کئے گئے تھے۔ اگرچہ رینالہ کلاں کی کلیسیا میں سے ایک شخص بھی عشاءِ ربانی میں شامل ہونے کے لئے تیار نہ تھا۔ تاہم اُن لوگوں میں یہ شوق پیدا ہوا کہ ہمیں بھی دینی تعلیم حاصل کرنی چاہئے

سوئم۔ تیسرا سبب جس کے باعث رینالہ کلاں کی کلیسیا میں کچھ ترقی نظر آتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ ہمارے سیلف سپورٹ منادمسٹر بھولا مل کی لگاتار کوششوں سے یہ فایدہ ہوا کہ اس سال کے شروع میں یہاں کی کلیسیا نے فصلی چندہ بھی پیشتر سے زیادہ دیا۔ اور یہ خواہش ظاہر کی کہ منادہمارے بیچ میں رہ کر باقاعدہ دینی تعلیم شروع کرے۔ کیونکہ مسٹر بھولا مل کا علاقہ بہت وسیع ہے۔ اس لئے ان کا سارا وقت رینالہ کلاں میں ہی صرف نہیں ہو سکتا۔ تاہم امید ہے کہ وہ کوشش کرینگے۔ کہ فے الحال زیادہ وقت رینالہ کلاں میں ہی صرف کریں۔ اور اُن کو تعلیم دیں۔ جب زمین ہل کے لئے تیار ہو۔ تب ہی ہل چلانا چاہئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم رینالہ کلاں کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ دیگر چودہ یا پندرہ گاؤں میں کام کا ہرج نہ ہو۔ اگر ایک اور منادتجربہ کار دورے کے کام پر مقرر کیا جائے۔ تو بہتر ہوگا۔ اور مسٹر بھولا مل کو زیادہ تر رینالہ کلاں میں ہی مستقل طور پر کام کرنے کا موقع دیا جائے امید ہے کہ سوسائٹی اس ضرورت کا لحاظ کر کے جلد کوئی انتظام کریگی +

خوش آمدید۔ دس فروری بروز سنیچر بیت اللحم میں ایک نہایت خوشی کا دن تھا۔ شام کے وقت قران السعدین واقع ہوا ادھر تو ہمارے مہربان مسٹر پریم ساگر بمعہ خاندان تشریف آور ہوئے۔ اور اُدھر مشنری لیڈیز کی ایک پارٹی یعنی مس گرِس مس ہیچر اور مس رتنا صاحبہ نے بیت اللحم میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہر دو کا گاؤں کے مرد اور عورتوں نے نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا (رحم رحم آؤ) خوش آمدید کہا جس کے دونوں مکانات میں رونق تھی۔ مس صاحبان نے لڑکیوں کے سکول کا معائنہ کیا۔ زنانہ بائیبل کلاس لی اور گاؤں میں چلتے پھرتے ہوئے کپڑے کی کھڈیوں کا ملاحظہ فرمایا۔ انکی بات چیت سے لوگوں کی بہت ہمت افزائی ہوئی۔ اور ہم نے بعض ایسے سبق حاصل کئے جو کہ ہم عمر بھر نہ بھولینگے۔ ہم خوش ہیں کہ مسٹر پریم ساگر کو گاؤں میں کام کرنے کا تجربہ ہے ماہ فروری ہمارے لئے ایک مبارک مہینہ تھا۔ کیونکہ اس مہینے کے آخری ہفتہ کو بہی خواہان سوسائٹی نے بیت اللحم میں آنے کے لئے جان جوکھوں کا سفر کیا۔ اس پارٹی میں پنجاب کی کلیسیا کے بڑے بڑے مہربان شامل تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ مسٹر ایف نجم الدین صاحب جو کہ اس سوسائٹی کے شروع ہونے کے وقت سے آجتک بہت سا وقت اس سوسائٹی کی مدد میں آنریری طور پر صرف کرتے رہے ہیں کے پاؤں میں ایسی سخت چوٹ آئی کہ جس کے باعث انہیں بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ چونکہ اس موقع پر سب پرانے منتظمان گاؤں سے غیر حاضر تھے۔ اس لئے بعض باتوں کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہوسکا اس لئے ہم خواستگار معافی کے ہیں نیز واپسی سفر میں بھی اس پارٹی کو کچھ تکلیف ہوئی۔ بسبب بارش راستے کے کیچڑ اور پانی کا وہی اندازہ کرسکتے ہیں جو اُس وقت حاضر تھے۔ یا کہ جو گاؤں کی زندگی سے واقف ہیں ◆

ماہ مارچ کی ۱۳ تا ۲۶ تاریخ کو بیت اللحم میں تجویز برائے حصول زمین کے متعلق ایک جلسہ عظیم ہوا۔ جس میں جناب الیگزینڈر صاحب بنگ اور پنجاب کے ہر ضلعے میں سے اور نیز امبرسر اور سندھ نیز پشاور۔ کوئٹہ بلوچستان اور دہلی سے خاص کر کاشتکار مسیحی اصحاب اپنے اپنے علاقے کے مسیحیوں کی طرف سے بطور نمائندگان کے قریباً تین سو

سے زیادہ کی تعداد میں شامل جلسہ ہوئے۔ یہ جلسہ سرکاری طور پر فراہم کیا گیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس سے چیٹر کی یہ تجویز رجسٹری ہو کر سرکاری قوانین کے زیر تحت ہو جائے یہ معلوم کرنا تھا۔ کہ آیا سچ مچ پنجاب کے مسیحی کاشتکار قوانین تجویز کے پابند ہو سکتے ہیں یا نہیں تاکہ جس وقت زمین بانٹی جائے۔ اُس وقت کسی قسم کی گڑبڑی نہ ہو۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ تمام اشخاص نے ایک دل اور ایک جان ہو کر اس تجویز میں مدد کرنے اور شامل ہونے کا بیڑا اُٹھایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے پنجاب کی کل کلیسیا کو خاص کر دیہاتی ناتعلیم یافتہ مسیحیوں کو یگانگت اور اتفاق کی بیش قیمت روح عنایت فرمائی ہے۔ جو کہ حقیقی مسیح کی رُوح ہے۔ جس کے باعث بڑی بڑی برکتوں کا نازل ہونا ایک امر یقینی ہے۔ بیت اللحم کے لوگوں نے سب صاحبان کی خورش و آرائش و انتظام نہایت جانفشانی اور تن دہی سے کیا۔ اور ہم ان سب صاحبان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے دُور دراز کا سفر اختیار کر کے اور بہت سا روپیہ سفر میں خرچ کر کے خدا کے جلال کے لئے اور مسیح کی بڑائی کے لئے اور کلیسیا کی بہتری کے لئے اس تجویز کو سرانجام پہنچانے میں مدد دی غیر مسیحیوں کے مقابلے میں ہمارے پنجاب کی مسیحی کلیسیا بہت تھوڑی ہے لیکن خداوند فرماتا ہے کہ

اے چھوٹے جھنڈ مت ڈر کیونکہ خداوند کو پسند آیا۔ کہ بادشاہت تجھے دے۔ آمین

جیمس ولیمز

کلیسیائے راولپنڈی سے گرانقدر عطیہ

ہمیں مسٹر پریم ساگر صاحب کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے کہ بذریعہ قاصد راولپنڈی کی مہربان اور معاون کلیسیا کا تمام باشندگان بیت اللحم کی طرف سے دلی شکریہ کا اظہار کر دیں۔ ناظرین کرام یہ خبر فرحت اثر پڑھ کر خوش ہونگے کہ راولپنڈی کے بھائیوں نے ۲۵ سیر وزنی گھنٹہ بیت اللحم کے گرجا کے لئے بھیجا جو عین ایسٹر کے روز موصول ہو کر ڈبل عید کی خوشی کا موجب ہوا اس روز ہر ایک چہرہ سے شکر گزاری کا اظہار ہو رہا تھا۔ اب تمام کلیسیا مسٹر پریم ساگر صاحب کی معرفت اپنے

راولپنڈی برادران کو یقین دلاتی ہے۔ کہ اُن کی اس خاص عنایت سے ہر ایک
دل میں وہ تشکر و امتنان پیدا ہو گیا ہے جو برسوں اس گھنٹے کی آواز کے ساتھ
ہمیشہ تازہ رہیگا۔ نیز وہ مسٹر سندر داس صاحب بی۔ اے کے مشکور رہیں۔
جنہوں نے اس کارِ خیر میں خاص دلچسپی سے رہنمائی کی ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ
این۔ ایم۔ ایس کے کام کو پسندیدہ نگاہوں سے ہر جگہ دیکھا جا رہا ہے۔ جس کا
یہ ایک زندہ ثبوت ہے۔ اور امید غالب ہے۔ کہ باقی کلیسیائیں بھی سوسائٹی
کی ضروریات میں حتے الوسع ہاتھ بٹا کر سعادت دارین حاصل کرنے میں دریغ نہ
کرینگی۔ تاکہ این۔ ایم۔ ایس کا دائرہ عمل وسیع اور ہمہ گیر ہو سکے۔ اور وہ دن دیکھنا
جلد نصیب ہو جب کہ تمام ہندوستان کی مختلف کلیسیائیں ایک ہی "قومی بشارتی
انجمن" میں شریک کار ہو جائیں +

سرساوہ

۲۰ ماہ حال کو راقم کو معہ ایک دوست کے سرساوہ جانے کا اتفاق ہوا
اور پادری چیلیز صاحب کے دولتخانہ میں پہنچکر ہم نے اُن کو شب باشی کی تکلیف
دینے کے لئے عرض کی۔ اُنہوں نے بڑی خوشی سے ہماری آؤ بھگت کی اور
اس بات پر زور دیا کہ ہم اُن کے ساتھ ایک روز بسر کریں۔ اور این۔ ایم۔ ایس
کے کام کو دیکھیں اور اُن سے بشارتی کام کے بارے میں کچھ تجربہ حاصل کریں
چونکہ ہمارے وہاں جانے کا خاص یہی مطلب تھا اس لئے ہم نے بخوشی تمام
اُن کی اس دعوت کو مطلب براری کے لئے غنیمت سمجھکر منظور کیا۔ چنانچہ حسب
الوعدہ دوسرے روز اُنہوں نے بیس میل کا سفر پا پیادہ ہمارے ساتھ مختلف
گاؤں میں دیہاتی کلیساؤں اور غیر اقوام میں خداوند مسیح یسوع کی بشارت دیتے
ہوئے طے کیا ہم سب کام دیکھکر حیران رہ گئے اور اس وقت یہ خیال آیا کہ بزرگ

پادری صاحب این۔ایم۔ایس کے کارندوں کے بارے میں کچھ انتہا تک بیجا بہتان لگاتے ہیں کہ وہ سب مغربی مسیحیوں کی تقلید کر رہے ہیں۔اگر وہ یہاں تشریف لانے کی تکلیف گوارا کریں تو یہاں کا کام دیکھکر اُن کو معلوم ہوگا کہ سیدھے اور سادہ ایمان کو مدنظر رکھکر تمام کارندے حتے المقدور مشرقی دستور کے موافق مسیح کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور نتیجہ بہت تسلی بخش نظر آرہا ہے۔اور لوگ خود بخود کارندوں کی طرف کھنچے آرہے ہیں۔مثال کے طور پر میں ایک واقعہ جو کہ سرسادہ خاص کے ایک سرکاری عہدہ دار نے مجھ سے بیان کیا ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ ۱۴ اپریل کو ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبروں کا انتخاب ہوا۔ہندوؤں اور مسلمانوں کے بے بنیاد اتحاد کے بارے میں تو آج کل عام چرچا ہے۔اس جگہ پر بھی وہ ایک دوسرے کا دیدہ ودانستہ اعتبار نہیں کرتے سو طرفین نے اُس جگہ کے کلکٹر صاحب بہادر کی خدمت میں اس مضمون کا ایک عریضہ تحریر کرکے ارسال کیا کہ ہم کو ایک دوسرے پر بالکل اعتبار نہیں اور ہم اپنے میں سے کسی کو بھی انتخابی کمیٹی کا پریذیڈنٹ بننے کے لائق نہیں سمجھتے پر ہمارے قصبہ میں ایک پادری ہیلنڈ صاحب رہتے ہیں جن کی شرافت دیانتداری اور ایمانداری پر ہم کو پورا اعتماد ہے کہ وہ کسی امیدوار کی حق تلفی نہ کرینگے اور بالکل ٹھیک اور حق فیصلہ کرینگے سو براہِ مہربانی اُن کو ہماری طرف سے پریذیڈنٹ کے عہدہ پر ممتاز کیا جائے چنانچہ کلکٹر صاحب نے پادری صاحب کو بدیں الفاظ ایک نامہ تحریر کیا کہ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو عوام کی اس درخواست کو منظور فرمائیں۔پادری صاحب موصوف نے وقت کو غنیمت جانکر اور دور اندیشی کو مدنظر رکھکر اور مسیحی زندگی کا ایک اعلےٰ ترین نمونہ دکھلانے کے لئے اس مشکل کام کو اپنے ذمے لینے کو قبول کیا اور میں یہ سن کر نہایت خوش ہوا کہ پادری صاحب بہادر نے نہایت ہی خوش اسلوبی سے اس کام کو سرانجام دیا۔اور کسی کو کسی قسم کی شکایت کی جا نہیں رہی بلکہ سب خوش وخرم ہوکر نہایت امن وچین سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور پادری صاحب کے

کہ جنگ مداح ہیں۔ ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کی تفصیل میں جانے کے لئے تختہ کاغذ میں وسعت اور تحریر کے لئے وقت اور فکر کا تقاضے دامنگیر ہے میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ مسیحی نوجوان قدم بڑھائیں اور حقیقی اتحاد کی اشاعت کریں۔ اور عالمگیر مسیح کو ہندوستانیوں کے سامنے پیش کریں جس کے سوا ان کا کوئی پیشوا نہیں ہو سکتا۔

آخیر میں میری ناظرین سے یہ عرض ہے کہ وہ پادری صاحب کے لئے دعا کریں کہ خداوند کریم اُن کو طاقت وہمت اور دانائی اور عقل بخشے تاکہ وہ بہتوں کو راہِ نجات پر لانے کا باعث ہوں۔

الراقم۔ الغام

خیالِ اوّلے در فکر ناقص

عرفان الٰہی اور اس کے حصول کے لئے مدارج ایسے وسیع بیماد پر ہیں۔ کہ اُن کا محیط کرنا دشوار ہے۔ اس عرفان کے بحر بے پایان میں جس قدر ہمت واستقلال سے غوطہ زنی کی مشق بڑھائی جائے۔ اتنی ہی معلومات وسیع اور اُن کی نیرنگی اور دلچسپی اعلےٰ پیمانہ پر ہوتی جاتی ہے۔ علم عروض کو متقدمین نے فنِ لامحدود قرار دیا ہے مطلب یہ کہ جہانتک علمِ انسانی کو عروج یہاں حاصل ہو سکتا ہے اس کا سب سے کامیاب طریقہ عبارت مقفّٰے یا عبارت کے نظم وبست میں رکھے جانے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو روحانی تجربات اور تشبیہ مسیحیت کے انکشاف سے مسیحی زندگی بسر کرنے والوں کو حاصل ہوئے ہیں وہ کسی اور مذہب میں شاہد ہی نہیں آئے پس مسیحی شاعری کا رنگ نرالا اور اسکا لطف دوبالا ہونا چاہئے۔ عشق مجازی کے ظاہری انداز دلربا سے گریز کرنا چاہئے۔

غزل

تیرے عاشق جو گرفتارِ دِلا ہوتے ہیں ۔۔۔ قیدِ افکار سے فی الجملہ رہا ہوتے ہیں

بات کیا ہے کہ سبھی شاہ و گدائے دُنیا ۔۔۔ جب کبھی ہوتے ہیں تیرے ہی گدا ہوتے ہیں

کامیابی رہِ حق میں ہے مسلّم اُن کی ۔۔۔ جو فنا ہو کے سزاوارِ بقا ہوتے ہیں

کرم و فیض مسیحا ہیں بیاں سے باہر ۔۔۔ جب عطا ہوتے ہیں اک ساتھ عطا ہوتے ہیں

گر یہی آپ کی مرضی ہے تو خوش ہیں ہم بھی ۔۔۔ بیٹھئے رنج سے بخوفِ سزا ہوتے ہیں

تو بہ سے میل ہوا خلقتِ ثانی پائی ۔۔۔ صبح سے شام تک ہم صرفِ دعا ہوتے ہیں

تیری خدمت ہی کرے شاہ گدا سے ہم کو ۔۔۔ بس اسی طور مطالب یہ ادا ہوتے ہیں

تیری ہی رُوح سے دل ہوتا ہے بس صاف شفاف ۔۔۔ قرمزی داغ بھی جو لتنے سیاہ ہوتے ہیں

دل سے مجبور نہ ہوتا تو نہ آتا عنبر
تجھ سے گر دور رہے اِس سے گناہ ہوتے ہیں

ج ۔ د ۔ ع

غزل خاکسار

گر لکھوں میں وصف ذاتِ عیسےٰ مختار کا ۔۔۔ شہرہ عالم میں ہو میری خوبی گفتار کا

کرتا ہوں آراستہ میں باغِ توصیفِ مسیح ۔۔۔ بڑھ کے ہے طوبےٰ سے ہر اک نخل اس گلزار کا

کوئی شے اشیاءِ دنیا سے نہیں بھاتی اُسے ۔۔۔ ہو گیا ہے عشق جس کو عیسےٰ غمخوار کا

جامِ آبِ حوضِ کوثر سے مجھے کیا اسکی پیاس ۔۔۔ اے مسیحا ہے جو طالب شربتِ دیدار کا

آفتابِ حشر کی حدّت سے اُس کو ڈر نہیں ۔۔۔ جس کے سر پر پڑ گیا سایہ صلیبِ یار کا

زندہ ہیں جو منکرِ اعجازِ عیسےٰ خاکسار ۔۔۔ بعد مرنے کے سزا پائینگے انکار کا

التماس:۔ اگر قاصد کے دیرینہ کرمفرمائے ظہور ۔ عابد ۔ تمنّت ۔ مدتسا صاحبان ہمیں چھوٹی چھوٹی موزوں نظموں کا ذخیرہ ہم پہنچا ئیں تو ماہ بماہ قاصد میں شکریہ کیساتھ درج کیجا ئینگی ۔ ایڈیٹر

Themasihilahoreapril1923

پریم سبھا لاہور

لاہور میں میتھوڈسٹ صاحبان کی طرف سے ایپ ورتھ لیگ بڑے زور شور سے ہوا کرتی تھی۔ اس کے کمزور پڑنے پر یہاں پریم سبھا قائم ہوئی۔ ہر ہفتے اس کا جلسہ کسی نہ کسی گھر میں باری باری ہوا کرتا تھا۔ یہاں کے چند ممبروں نے شملہ میں وہاں کے مسیحیوں کو جگانے کے لئے بڑے زور شور سے جلسہ کیا۔ باہر سے واعظ منگوائے گئے۔ کھانے پینے کا انتظام کیا گیا۔ لیکن فلک کو یہ نہ بھایا۔ اس میں رخنہ اندازی کی گئی۔ پھوٹ کا چسکا ڈالا۔ اور خربوزے کی طرح وہ پھانک کر کے رکھدیا پھر کیا تھا۔ بزدلی چھا گئی۔ جو روپیہ جمع کیا تھا اسے زنگ کھانے لگا۔ جلسے موقوف میٹنگیں ندارد لیکن شکوہ شکایت کا زور ہو گیا۔ الزام لگانا تو دیسیوں کا عام شیوہ ہے۔ یہ حالت دیکھکر بعض مسیحی بہی خواہان کو درد ہوا اور اس سسکتی نیم مردہ پریم سبھا کی مرہم پٹی شروع کر دی۔ ایک دو جلسے ہوئے۔ روپیہ کا حساب کتاب ہوا نئے افسران کے چننے کا انتظام کیا گیا۔ ابھی اس نیم بسمل نے ہوش نہ سنبھالے تھے کہ دوسرے فریق نے زور دینا شروع کر دیا کہ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ بھلا ابھی وہ اس قابل کہاں جب وہ اٹھ کھڑی ہو اور اسے سوچنے کا موقعہ ملے تو شاید یہ بھی عمل میں آجائے۔ لیکن بانیان پریم سبھا کا شروع سے یہ منشا تھا کہ وہ کسی خاص مشن کی پریم سبھا نہ ہو۔ بلکہ عام مسیحیوں کی پریم سبھا ہو جس میں سب مسیحی خواہ ان کا تعلق کسی مشن سے ہو شریک ہو کر دعا بندگی کریں اور ایک دوسرے کی دکھ سکھ میں مدد کریں۔ اسی وجہ سے انہوں نے (یہ سننے میں آیا) کسی پادری صاحب کو اپنی پریم سبھا کا افسر بنانا پسند نہیں کیا۔ وہ ہر پادری کو خوشی سے قبول کرنے اور ممبر بنانے کو تیار رہیں۔ لیکن افسر بنانے کو نہیں۔ غالباً لوگ پادریوں کی افسری سے اکتا گئے ہیں۔ چشم ما روشن۔ دل ما شاد ✦

جے۔ علی بخش

Themasihilahoreapril1923